

علم میراث ہے چند معرکہ آرا مسائل میں اور سلامتی کی روشنی

# تخلیص

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری یلوی قدس



مکتبہ نوریہ رضویہ سکس

نصف العلم (علم میراث) کے چند معرکہ الآرا

مسائل میں راہ سلامتی کی روشنی

تجلیہ فیہ فی مسائل من العلم  
۲۱ ۱۳

علیٰ حضرت رحمہ اللہ احمد رضا خان قادری طوی قدس

مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر

# عرض سخن

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل قریباً پچاس علوم و فنون میں یدِ طولیٰ عطا فرمایا تھا ان کی بصیرت ایمانی کا یہ شہرہ تھا کہ انہوں نے تقریر کی بجائے تحریر پر زور دیا اور ایک ہزار کے قریب تصانیف کا ذخیرہ دیکھا چھوڑا۔ آج ان کے وصال کو ساٹھ سال ہوئے ولسے ہیں لیکن ہماری کم مائیگی اور بے بسی کا یہ عالم ہے کہ ہم انہیں آج تک دنیا سے علم میں صحیح طور پر متعارف نہ کر سکے اور نہ ہی ان کی گراں قدر تصانیف کو زورِ طباعت سے آشنایا کر سکے ہیں۔

جناب پروین مسعود احمد دہلوی پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج مکرانہ، ناب شاہ (سندھ) حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری دہلوی اور اراکین مرکزی مجلس رضا لاہور کا بطور مبارک ہاؤس کے متفق ہیں کہ انہوں نے اپنی بساط سے بڑھ کر امام احمد رضا بریلوی کے علوم و معارف کو جدید انداز میں پیش کیا، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (انڈیا) کے اصحاب مرم و بہت علماء و فضلاء کی کوششوں سے فتاویٰ رضویہ کی کئی جلدیں ریسری چوتھی اور پانچویں شائع ہو چکی ہیں اور کچھ جلد کے لیے کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی طرح شامی پراصل حضرت کے مکتبہ دارین کی اشاعت کے لیے کوشش کی جا رہی ہے۔ پاکستان کے کئی ادارے بھی آپ کی تصانیف شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

تاہم جس رفتار سے کام ہو رہا ہے، اسے تسلسل بخش قرار نہیں دیا جاسکتا، کئی مخطوطات پینٹری و دیگر کی نذر ہو چکے ہیں۔ اگر اسی انداز پر کام ہوتا رہا، تو خطروں سے کہ ان قیمتی مخطوطات کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا اور علم و تحقیق کے طلب گار اس سے محروم ہو جائیں گے۔

یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ بریلی شریف میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مسطفیٰ رضا خاں بریلوی دہلوی دہلی کے سرکوتی میں دوبارہ اشاعت تصنیفات رضا قائم ہو چکا ہے اور قوی امید ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصانیف کی اشاعت کا بہت جلد انتظام کسٹورع کیا جائے گا، لیکن یہ کام ایسا نہیں ہے کہ کوئی ایک ادارہ اسے پایہ تکمیل تک پہنچا سکے اس لیے پہلی فرصت میں بریلی شریف میں یہ اہتمام ہونا چاہیے کہ جراحاب مخطوطات حاصل کرنا چاہیں، انہیں ان کے خزانے پر مخطوطات کی فوٹو سٹیٹ کا پیرا فراہم کر دی جائیں، پھر انہیں جدید انداز میں مرتب کر کے اشاعت کا اہتمام کیا جائے اس سے ایک فائدہ تو یہ ہو گا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی غیر مطبوعہ تصانیف ایک سے زائد جگہ محفوظ ہو جائیں گی۔ دوسرا فائدہ یہ ہو گا کہ اشاعت کا کام بہتر انداز میں تیزی سے آگے بڑھ سکے گا۔

ہم حضرت مولانا سنان رضا خاں زید مجدہ نمبر۶ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے ممنون ہیں کہ انہوں نے حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہاروی قادری دام مجیدہ ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہل سنت، پاکستان کی فرمائش پر پیش نظر صالوہ ہمارے شکیبائے اسلام فی مسائل میں تصنیف اعلیٰ کی فوٹو کاپی عنایت فرمائی۔ عزیز محترم مولانا ضیاء المسطفیٰ قصوری سلمہ رحمہ تعظم دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیہ و ضلع سرگودھا گزشتہ دنوں بریلی شریف حاضر ہوئے اور حضور مفتی اعظم ہند دامت ظلہ العالی کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے اور واپسی پر یہ فوٹو سٹیٹ لائے۔ اس طرح یہ رسالہ مبارکہ پہلی مرتبہ چھپ کر قدردان با محنتوں تک پہنچ رہا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ حضرت مولانا سنان رضا خاں زید مجدہ آئندہ بھی اس سلسلہ عنایات کو جاری رکھیں گے۔

تجلیۃ الاسلام فی مسائل میں تصنیف اعلیٰ۔ یہ رسالہ مبارکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ۱۳۲۱ھ میں مرتب فرمایا جس میں علم میراث کے بعض اہم سوالات کے جواب جمع کر دیے گئے ہیں۔ نقل کرنے والے کا نام معلوم نہیں ہو سکا، اس کا سلسلہ دار نمبر ۱۳۲۱ ہے۔ یہ رسالہ پانچ فصلوں پر مشتمل ہے:

پہلی فصل میں اس سوال کا جواب ہے کہ ایک شخص ہجوہ بہن اور بھتیجا چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوا، زوج نے اپنے حصہ کے عوض مکان اور ساز و سامان لے لیا جس کے علاوہ انیس ہزار روپے نقد تھے، وہ کس طرح تقسیم ہوں گے؟  
مولانا عبدالحی کھنوی نے ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ بہن اور بھتیجا کو باقی مال سے نصف نصف ملے گا۔

کتاب :	تجلیۃ الاسلام فی مسائل میں نصف العلم
تصنیف :	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ
ترتیب و تحقیق :	محمد عبدالحکیم شرف قادری
اشاعت :	بار اول
تاریخ طباعت :	محرم ۱۳۹۹ھ / دسمبر ۱۹۷۸ء
ناشر :	محفوظ احمد قادری
کتابت :	محمد عاشق حسین ہاشمی، لاہور
مطبع :	ملی پرنٹرز، لاہور
صفحات :	۶۴
قیمت :	۳۰۰۰

## ملنے کا پتہ

مکتبہ فریہ رضویہ، وکٹوریہ مارکیٹ، سکھر

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا، علم میراث کی اصطلاح میں یہ صورت تخریج کہلاتی ہے، باقی مال سے بہن کو چودہ ہزار اور بیٹے کو سات ہزار ملیں گے اور مولانا عبدالحی کھنوی کے جواب کو فاش قطعی قرار دیا۔

دوسری فصل میں سوال یہ ہے کہ کتب میراث میں اغوات عینہ (سگی بہنوں) اور اغوات علاتہ (باپ کی جانب سے بہنوں کو بیٹوں اور بیٹوں کے ساتھ عصبہ مع القیر قرار دیا گیا ہے) و ان سفلن (اگرچہ ان سے نیچے ہوں) کی تیر نہیں لگائی گئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پستے کی بیٹیاں بہنوں کو عصبہ نہیں بنا سکتیں، شارح بسط نے تو اس کی تصریح کر دی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا یہ صحیح نہیں ہے اور شارح بسط کی تصریح درست نہیں ہے۔ تیسری فصل میں اس امر کی تحقیق ہے کہ مورث کی زندگی میں وارث کے حصہ کے بارے میں جو صلح کی جائے، کیا وہ درست ہے یا نہیں؟ چوتھی فصل میں اس کا جواب ہے کہ حقیقی والدہ کے علاوہ باپ کی دیگر بیویاں اور حقیقی وادی کے علاوہ دادا کی بیویاں وراثت میں حصہ پاتیں گی یا نہیں؟ اگر نہیں تو کتب میراث میں جو متعدد وادیوں کی تصریح ہے، اس کی کیا صورت ہوگی؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اس کا تفصیل جواب دیا ہے۔

پانچویں فصل میں ایک صورت پیش کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ بنگال میں اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ سوال یہ ہے کہ بونٹی اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے، تو کیا بونٹی اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ بھی عصبہ بن جائے گی جیسا کہ بہ ظاہر درمختار اور شریعیہ سے معلوم ہوتا ہے۔

اسی فصل میں ایک اور سوال ہے کہ کیا طویل زمانہ گزر جانے سے حق وراثت ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کا جواب بھی پوری تفصیل سے دیا ہے۔

پیشین نظر سالہ ۱۳۰۰ء کا نوٹسٹ تھا اور مسلسل لکھا ہوا تھا، اس لیے بڑی دیدہ ریزی سے اسے نقل کیا گیا، اسے مختلف پیروں میں تقسیم کیا اور جو کتابیں دستیاب ہو سکیں، ان سے مقابلہ کر کے عربی عبارات کی تصحیح کی اور حواشی میں ان کا حوالہ دے دیا۔ امید ہے کہ اہل علم اس حقیر کوشش کو پسند کریں گی۔

علم میراث کے نگار روزگار ماہر مولانا سراج احمد خان پوری قدس سرہ نے ایک رسالہ کی تصنیف کے دوران آپ سے استفتا کیا تھا کہ ذوی الارحام کی منصب رابع میں معنی بر قول کو مٹا ہے؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کا متفقہ جواب دیا تھا۔ یہ فتویٰ پہلے پہل سوانح سراج الفقہاء میں چھپا تھا، اسے بھی راقم نے مرثب کیا تھا، اب مناسبت کی بنا پر وہ فتویٰ بھی آخر رسالہ میں شامل کر دیا گیا ہے، اس سے پیش نظر رسالہ کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

مولانا محفوظ احمد قادری، ناظم مکتبہ ذیہ رضویہ سکھر کی خوش قسمتی ہے کہ وہ اس ناقد رسالہ مبارک کی پہلی اشاعت کا اہتمام کر رہے ہیں، مولائے کرم انہیں دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے اور معارفِ رضائی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۰ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ  
الر دسمبر ۱۹۷۸ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَدْخَلَنَا فِي السَّلَامِ وَعَاَمَلَنَا بِالْحَقِّ  
وَالْعَفْوِ وَالْحِلْمِ وَعَلَّمَنَا مِنَ الْعِلْمِ وَمِنْ تَصْفِ الْعِلْمِ  
وَالصَّلَاةِ عَلَى الْخَوَارِجِ الْفَائِضِ، عَلَى عِبِيدٍ مِنْ  
عِلْمِ الْفَرَاغِ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَأَحْبَابِهِ، وَارْتَقَى عَلَيْهِ  
وَأَذَابِهِ، آمِينَ۔

اما بعد! یہ بعض مسائل فرائض ہیں جو فقیر کے سامنے پیش ہوئے  
اور اہل علم نے زمانہ ان کے فہم میں اغلاط کے شکار ہوئے، مقصود ازالہ اوہام و افلاط  
واراعت سواء الصراط ہے وباللہ التوفیق۔

## فصل اول

مسئلہ: اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ دام ظلکم العالی!

۴ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

وقت قدیم بوسی خادم نے مسئلہ پوچھا تھا کہ قمر علی نے زوجہ لطیفین بیگم  
اور حقیقی بہن فاطمہ بیگم اور حقیقی بھتیجا اسد علی اور مکان و زیور و اثاث البیت مجموعہ تین  
ہزار روپے کا اور اکیس ہزار روپے کے نوٹ چھوڑ کر انتقال کیا، زوجہ نے بہر معاف  
کر دیا تھا اور وہ برضائے فاطمہ بیگم، اسد علی اپنے حصہ ترکہ کے عوض مکان و زیور و  
اثاث البیت پر قابض ہوئی اور باہم وارثان میں اقرار نامہ لکھ گیا کہ فاطمہ بیگم و

لے شکار ہوئے۔ (مخلوط) لے راہ راست دکھانا



اسد علی کا ان اشیاء میں اور لطیف بیگم کا زرقہ نقد مذکور میں کوئی حصہ باقی نہ رہا، اب وہ نوٹ فاطمہ بیگم واسد علی میں کس حساب سے تقسیم ہوں؟ حضرت نے فرمایا تھا کہ چودہ ہزار کے نوٹ فاطمہ بیگم اور سات ہزار کے نوٹ اسد علی کو ملیں، چنانچہ خادم نے اس کے مطابق تقسیم کر دیے۔

دوسرے روز اسد علی آئے اور کہا کہ میرا حق زیادہ چاہیے، مجھے اس میں ساڑھے تین ہزار روپے کا نقصان ہے اور فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب جلد اول مطبع علوی صفحہ ۱۰-۱۱ پیش کی کہ اس کی رو سے روپیہ مجھ میں اور فاطمہ بیگم میں نصف نصف تقسیم ہونا چاہیے، اس کا خلاصہ عبارت ملاحظہ اقدس کے لیے حاضر کرتا ہوں،

چرمی فرمایند علمائے دین اندریں صورت کہ زید انتقال کرد، ورثہ گذاشت بیچہ ہمشیرہ عینیہ مستی رابعہ ورثہ برادر زادیال مستی فاطمہ وزینب و کلثوم و یکٹ برادر زادہ حقیقی مستی بکر و یکٹ زوجہ مسماۃ خدیجہ کہ جملہ ورثہ مذکورہ صلیبی اور ارحصہ ششم دادہ راضی کردہ اند، پس بقیہ متروکہ زید چگونہ تقسیم یابد؟

ہوالمصوب بعد تقسیم مالتقدم علی الارث و رفع موانع، بقیہ ترکہ زید منقسم بدوہم شدہ یک سہم ازال بہمشیرہ حقیقی و یک سہم بہرادر زادہ خواہد شد و باقی ورثہ محبوب خواہند شد واللہ اعلم بالصواب۔  
کتبہ ابوالحسنات محمد عبدالحی عفا عنہ القوی

جواب کی عبارت پوری عرض کی ہے، یہ صورت بعینہ وہی صورت واقعہ ہے، حضرت نے اگرچہ حکم زبانی فوراً ارشاد فرمایا تھا، مگر کتاب کا حوالہ مولوی عبدالحی صاحب نے بھی نہیں دیا ہے، لہذا امید دار ہوں کہ اس مسئلے کی مفصل حقیقت نہایت عالم اشراف

لے مجرمہ فتاویٰ از مولانا محمد عبدالحی لکھنوی، مطبوعہ مطبع یوسفی ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء ج ۲ ص ۱۸۵

ہو، ظلمکم ممدود باد۔

بندہ محمد احسان الحق عفی عنہ ۱۴۲۱ھ محرم شریف ۱۳۲۱ھ

## الجواب

مکرمی! اگر کم اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حق دُوبی ہے جو فقیر نے عرض کیا تھا۔ مولوی عبدالحی صاحب سے سخت لغزش واقع ہوئی ہے۔ اس صورت کو فقہ میں تخریج کہتے ہیں کہ ورثہ باہم ہر اثنیٰ صلح کر لیں کہ فلاں وارث اپنے حصہ کے عوض فلاں شے لے کر جدا ہو جائے، اس کا حاصل یہ نہیں ہو سکتا کہ گویا وہ وارث کہ جدا ہو گیا سرے سے معدوم تھا کہ بقیہ ترکہ کی تقسیم ایسی ہو جو اس کے عدم کی حالت میں ہوتی، اس نے تو ترکہ سے حصہ پایا ہے تو معدوم کیو نہ قرار پاسکتا ہے؟ کہیں معدوم، وقت موت المورث کو بھی ترکہ پہنچا ہے؟ بلکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ ترکہ میں جتنے سہام کل ورثہ کے لیے تھے، ان میں سے اس وارث نے اپنے سہام پایا ہے۔ اب باقی میں باقی وارثوں کے سہام رہ گئے، تو واجب ہے کہ وہ باقی ان بقیہ کے سہام پر ہی تقسیم ہو، جس قدر انہیں اصل مسئلہ سے پہنچتے تھے۔

یہاں کہ مورث نے ایک زوجہ، ایک بہن، ایک بھتیجا چھوٹا، مسئلہ چار سے ہوا۔ ایک زوجہ، دو بہن، ایک بھتیجے کا، زوجہ ترکہ سے اتنا مال لے کر جدا ہو گئی، تو چار میں سے اس کا ایک ادا ہو گیا، باقی تین رہے جن میں دو بہن کے ہیں اور ایک بھتیجے کا، تو لازم ہے کہ باقی مال یہ ہیں تقسیم ہو، بہن کو دو، بھتیجے کو ایک، نہ کہ دونوں نصف نصف کہ اس تقدیر پر بہن کا حصہ نصف باقی بعد فرض الزوجہ ہو جائے گا، یعنی زوجہ کا حصہ نکال کر جو بچا، اس کا آدھا، حالانکہ نص قطعی قرآن عظیم سے بہن کا سہم نصف کل متروکہ تھا

لے ایسی ۲ (منطوط) لے ہی پر (منطوط) تھ ہوں (منطوط)

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ،  
إِنْ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتُ فَلَهَا مِنْهَا شَرْكَهُ -

لاجرم یہ سراسر غلط اور تصریح عدالت کے خلاف ہے۔  
زیادہ ایضاً چاہیے تاکہ مسئلہ خود آفتاب کی طرح واضح ہے تو یوں سمجھیے  
کہ یہاں تین صورتیں ہیں ۱  
اولیٰ یہ کہ وہ مال ترکہ جو ایک وارث لے کر جدا ہوا اس کے اصل استحقاق سے  
کم ہو جیسا یہاں واقع ہوا کہ زوجہ کا حصہ چہارم تھا اور وہ آٹھویں پر راضی ہو گئی۔  
دوم اس کے حق سے زیادہ ہو، مثلاً صورت مذکورہ میں مکان و زیور و اثاث  
البتہ بارہ ہزار کے ہوتے اور بارہ ہزار کے نوٹ تو زوجہ کو نصف مال پہنچتا۔  
سوم اس کے حق کے برابر ہو، مثلاً مکان وغیرہ چھ ہزار کے ہوتے اور اٹھارہ ہزار  
کے نوٹ۔

صورتِ ثالثہ میں واجب ہے کہ بقیہ ورثہ کو مال اسی حساب سے منجھے گا جو عدم  
تخارج کی حالت میں پہنچتا، تخارج کا اثر صرف اس قدر ہوگا جو اعیان کی تقسیم کا  
ہونا ہے کہ ہر ایک اپنا کامل حصہ بے کم و بیش پاتا ہے، حصے کو ہر شے میں مشاع تھے  
فقط جدا ہو جاتے ہیں۔

صورتِ اولیٰ میں جبکہ باقی جمع ورثہ کے ساتھ اس وارث نے مصالحت کیا اور وہ  
مال جس میں ہر ایک کا حق تھا، تنہا خود لیا اور اپنے حصے سے کم پر راضی ہوا تو جو کچھ اس  
کے حصے کا رہا۔ واجب ہے کہ ان سب وارثوں کو پہنچے نہ کہ صرف ایک اس زیادت  
لے عدالت کرام خلاف اجماع ہے (مخطوط) لے کے (مخطوط) لے مشترک لے جمع (مخطوط)  
لے صرف ایک صرف اس زیادت (مخطوط)

کا مالک ہو جائے دوسرا محروم کیا جائے کہ یہ محض ظلم و نا انصافی ہوگا اور پہنچنا بھی  
ضرور ہے کہ حصہ رسد ہو یعنی ہر ایک کو اس حساب سے بڑھے جو اصل ترکہ میں اس کا  
حق تھا کہ وہ شے جو وارث مذکور لے کر جدا ہو گیا ہے، اس میں بھی ہر ایک کا حصہ اُسی  
حساب سے تھا۔

صورتِ ثانیہ میں سب بقیہ ورثہ اس وارث کو زیادہ دینے پر راضی ہوئے، تو  
واجب ہے کہ وہ زیادت ہر ایک کے حق سے حصہ رسد لے جائے نہ یہ کہ سارا بار  
ایک وارث پر ڈال دیں، حالانکہ اس میں سب کے حصے تھے اور سب راضی ہوئے تھے  
یہ باتیں سب ایسی ہی بدیہی ہیں جنہیں ہر عاقل ادنیٰ نظر سے سمجھ سکتا ہے،  
فقیر نے جو حکم گزارش کیا، اس میں ہر صورت پر یہ میزانِ عدل اپنی پوری استقامت  
پر رہے گی۔

صورتِ اولیٰ میں جبکہ زوجہ کا حق چھ ہزار تھے اور وہ تین ہزار پر راضی ہو گئی تو  
باقی تین ہزار فاطمہ بیگم و اسد علی کو ان کے حصص کے قدر پہنچنے واجب ہیں۔ فاطمہ بیگم  
کا حصہ بارہ ہزار اور اسد علی کا چھ ہزار تھا، یعنی فاطمہ بیگم کا اس سے دونا اور اسی حساب  
سے زیور و مکان و اثاث البتہ میں ان دونوں نے اپنا حصہ زوجہ کے لیے چھوڑا  
ہے۔ فاطمہ بیگم کے دو حصے اس نے لیے اور اسد علی کا ایک، تو ضرور ہے کہ معاوضہ  
کے تین ہزار سے بھی فاطمہ بیگم کو دو ہزار ملیں اور اسد علی کو ہزار کہ ان کے اصل حصوں سے  
مل کر فاطمہ بیگم کے چودہ ہزار اور اسد علی کے سات ہزار ہو جائیں۔

صورتِ ثانیہ میں زوجہ نے چھ ہزار اپنے حق سے زائد پاسے، بہن، بھتیجا دونوں  
اس زیادت پر راضی ہیں، تو ہر ایک کے حصہ سے رسد بہ زیادت نکالنی لازم، بہن  
کے بارہ ہزار سے چار ہزار نکالیں اور بھتیجے کے چھ ہزار سے دو ہزار، اب بقیہ  
بارہ ہزار میں بہن کے آٹھ ہزار بھتیجے کے چار ہزار ہے اور وہی نسبت دو ایک کی آگئی

صورت ثالثہ تو خود ایسی ظاہر ہے کہ حاجت اظہار نہیں۔ عورت کو چھ ہزار ہی پہنچے ہیں جو اس کا حق تھے جو بہن، بھتیجے کسی کے حق میں ایک حصہ کم نہ ہونا چاہیئے، نہ زائد۔ لیکن وہ طریقہ کہ مولوی صاحب نے اختیار کیا اس پر کسی صورت میں ہرگز عدل کا نام و نشان نہ رہے گا۔

پہلی صورت میں عورت کے تین ہزار نکل کر اکیس ہزار فاطمہ بیگم و اسد علی پر نصف نصف سے دونوں کو ساڑھے دس دس ہزار پہنچے اور چار سخت شناعیتیں لازم آئیں۔ (۱) تین ہزار کہ حق زوجہ سے چھوٹے تھے دونوں کو ملنے تھے، بہن کو ان سے ایک حصہ نہ پہنچا۔

(۲) اگر نہ پہنچا تھا تو اس کا اپنا حصہ اصلی کہ بارہ ہزار تھے، وہ تو ملتا ڈیڑھ ہزار اس میں سے بھی کمتر گئے، یہ کس تصور کا جہانہ تھا۔

(۳) بھتیجیاں تنہا اس زیادت کا مستحق نہ تھیں، حالانکہ صرف اس نے پائی۔

(۴) بالفرض اسی کو ملتی، تو عورت نے صرف تین ہزار ہی چھوڑے تھے بھتیجے کے اصل حصے چھ ہزار میں مل کر نو ہزار ہوتے یہ پندرہ سوا در کس کے گھر سے آگئے۔

دوسری صورت میں عورت کو اس کے حق سے چھ ہزار زیادہ پہنچ کر لقیۃً بارہ ہزار بالناصفہ بیٹے اور ایسی ہی شناعیتیں پیش آئیں، بہن، بھتیجیاں دونوں اپنے نقص حصص پر پر راضی ہوئے تھے، مگر پورا زلہ بہن پر گرا، کامل چھ ہزار اسی کے سہم سے اڑ گئے اور بھتیجے نے اپنا پورا حصہ چھ ہزار پالیا۔ زیور مکان وغیرہ مشاع میں بہن کے بھی دو حصے تھے اور نوٹوں میں عورت کا حق تھا، بہن نے مشاع میں اپنا حصہ چھوڑا اور نوٹوں میں معاوضہ ایک حصہ نہ پایا، اس کا حصہ مفت کا تھا۔ الیٰ غیر ذالک مہاجرات و لایحان الا لضاف۔

لہ چھ ہی ہزار مخطوط، لچاس کے علاوہ جن وجوہ کا ثبوت ہے، حالانکہ لضاف سے ڈرا نہیں جاتا

تیسری صورت میں سے روشن تر ہے کسی وارث نے اپنے حصے سے کچھ چھوڑا۔ عورت کو جو چھ ہزار چاہیئے تھے، بے کم و بیش اس سے ہی ملے، اب وہ کونسا جرم ہے جس کے سبب فاطمہ بیگم کا حق ایک چارم کا اڑ گیا اور وہ کونسی خدمت ہے جس کے صلہ میں اسد علی نے اپنے حق سے ڈیڑھ پالیا، اگر نوٹ و مشاع کی تبدیل نہ کرتے، تو فاطمہ بیگم بارہ ہزار پاتی اور اسد علی و لطیفین چھ ہزار، صرف اس تبدیلی نے وہ کاپا پلٹ کی کہ لطیفین کے چھ ہزار نکل کر فاطمہ کے بارہ ہزار سے نو ہزار رہ گئے اور اسد علی کے چھ ہزار سے نو ہزار ہو گئے۔ اس واضح روشن بدیہی بیان کے بعد کسی عبارت کی بھی حاجت نہ تھی، مگر زیادت اطمینان عوام کے لیے ایسی کتاب کی صریح تصریح حاضر جو علم فرائض کی سب سے پہلی تعلیم کافی و دانی و مکمل اور ہر مدرسے کے مبتدی طلبہ میں بھی مشہور و معروف و متداول ہے، یعنی متن امام سراج الدین و شرح علامہ سید شریف ندکس سرما اللطیف فراتے ہیں

من صالح علی شئی معلوم من التركة فاطرح سهامہ  
من التصحيح اے صحیح المسألة مع وجود المصالح بین  
الودثة ثم اطرح سهامہ من التصحيح ثم اقسـم  
باقی التركة اے ما بقی منها بعد ما اخذ المصالح  
علی سهام المباقین من التصحيح کزوج و ام و عم  
فالمسئلة مع وجود الزوج من ستم و هی مستقیة  
علی الودثة للزوج ثلثة و للامرسمان و للعمرسم  
فصالح الزوج نصیبه الذی هو النصف علی ما فی ذمہ  
من المهر و خرج من البین فیقسم باقی التركة  
و هو ما عد المهر بین الامر و الامر اثلثا لبقدر سهامہا  
من التصحيح و حیث سہمان من الباقی للام و سہم للحم



لما كان كذا لك في سماعها من التصحيح، فانقلت هذا جعلت الزوج بعد المصالحمة واخذة المهر وخروجه من البين بمنزلة المردوم اتي فائدة في جعله داخل في تصحيح المسئلة مع انه لا يأخذ شيئاً وراء ما اخذت فائدة انا لو جعلناه كان لم يكن وجعلنا التركة ما وراء المهر لا نقلب فرض الامر من ثلث اصل المال الى ثلث الباقي اذ حينئذ يقسم الباقي بينهما اثلاثاً فيكون للام سهم وللعم سهمان وهو خلاف الاجماع اذ حقهما ثلث الاصل واذا ادخلنا الزوج في اصل المسئلة كان للام سهمان من الستة وللعم سهم واحد فيقسم الباقي بينهما على هذا الطريق فتكون مستوفية حقها من الميراث اهـ والله تعالى اعلم۔

واعلم ان ههنا طريقة أخرى اخذ بها بعض المشايخ رحمهم الله تعالى۔ لا تعلق لها عندى بما نحن فيه وان فرض فانهما يكون عليها في الصورة المستول عنهما لفاطمة ثلثة عشر الفا ومائة وخمسة وعشرون ولاسد على سبعة آلاف وثمانمائة وخمسة وسبعون لم نختزلان العمل والفتيا بالراجح لاسيما المذهب وانت تعلم ان هذه ايضا توافق ما سلكه المجيب الكنوي فهو خلاف الاجماع قطعاً، وبالله العصمة والله سبحانه وتعالى اعلم۔

## فصل دوم

مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ مولوی وحید اللہ صاحب نائب پیشکار کچہری لوانی

حضرت مطاع محترم مدظلہم العالی! تحیہ تسلیم بالوت تکریم

مشکلات کا حل آنحضرت کی ذات جمع الکملات کے ساتھ مخصوص ہے، ناچار گزارش کیا جاتا ہے، سراجی وغیرہ تمام کتابائے فرائض وفقہ (جہاں تک تفسیر دیکھیں) میں اخوات عینیہ و علائقہ کو بنات اور فقط بنات الابن کے ساتھ میں عصبہ مع الغیر لکھا ہے، وان سفلیں سے سفلیات کو داخل نہیں کیا ہے، جیسا اور واقع مثلاً تفصیل اب میں وابنة الابن کے بعد وان سفلیت کو بھی شامل کر لیا۔ اس سے خیال ہوتا ہے سفلیات کی محبت عصوبت اخوات کی علت نہیں ہے، چنانچہ شارح بسط رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

اقتصروا علی بنات الابن ولستم یقل وان سفلیں و کذا

فی غیرہ من کتب القوائض فذل ذلک علی ان السفالۃ

غیر معتبرۃ فی صیور و تہن عصبۃ۔ انتہی۔

اس خیال کی تائید کرتا ہے، اہمینیان کی غرض سے حضرت سے رجوع کیا جاتا ہے کہ اس کو صحیح خیال کر کے سوالات میں اس پر عمل کیا جائے یا کیا؟ امید ہے کہ آنحضرت کے مالتاب آفتاب فیض سے یہ حقیر ذرہ بھی بہرہ یاب ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مولانا الکرم اگر کم اللہ تعالیٰ! بعد اہلئے ہر یہ تحفہ سنیہ سنیہ ملتیں عصوبت

لہ تاریخ نہیں پڑھی



اخوات کے لیے محبت بنت ابن الابن و بنت ابن الابن وال سفلی قطعاً کافی ہے اور شرح بسیط کا بیان صریح لغزش، بنت الابن حقیقتاً لذۃ یا عروناً شائعاً ضرور بنت ابن الابن وغیرہ جملہ سفلیات کو متنازل ہے، تصریح و ان سفلیت محض ایضاً و تاکید عموم ہے، نہ ادخال مالم بدخل، تو عدم ذکر ہرگز ذکر عدم نہیں ہو سکتا لہذا صریحاً علمائے دہاں کہ عموم یقیناً ہے لفظ سفول ذکر نہ فرمایا کنز الدقائق میں ہے :

للأب السدس مع الولد أو ولد الابن  
اسی میں ہے :

ولد الابن كولدہ عند عدم  
ملتقى الابن میں ہے :

ومن النساء سبع الأمد والمجددة والبنت و بنت الابن  
والأخت الخ

اسی میں ہے :

النصف للبنت و بنت الابن عند عدم  
اسی میں ہے :

السدس للام عند وجود الولد أو ولد الابن وللأب  
مع الولد أو ولد الابن و بنت الابن و ابن تعدد بنت  
مع الواحدة من بنات الصلب  
تنویر الابصار میں ہے :

للأب والمجد السدس مع ولد أو ولد الابن  
در مختار میں ہے :

والتعصيب مع البنت أو بنت الابن

اسی میں ہے :  
مرو فرضه النصف خمسة البنت و بنت الابن والأخت  
للابن والأب والزوجة  
سراجیہ میں ہے :

بنات الابن كبنات الصلب ولهن احوال ست  
شریعیہ میں ہے :

اربع من النسوة فرضهن النصف والثلاثان الأولی  
البنت والثانية بنت الابن فان حالها كحال البنت  
عند عدمها

بلکہ بعض جگہ صرف ذکر بنت پر اقتصار فرمایا، حالانکہ بنات الابن و ان سفلی قطعاً سب اسی حکم میں داخل  
تنویر میں ہے :

يصير عصبه بغير البنات بالابن و بنات الابن باين  
الابن والاخوات باخيهن و مع غيره الاخوات مع  
البنات -

اسی مسئلہ کا کلیہ ارشاد ہوا ہے :

اجعلوا الاخوات مع البنات عصبه

اور پھر یہی نہیں کہ ان حضرات کو ترک ذکر سفول کا التزام ہو جس سے ان کی عادت پر حمل کر کے سفول مفہوم ہو، نہیں بلکہ انہیں کتب میں جا بجا سفول مذکور  
کنز میں ہے :

للأم الثلث و مع الولد أو ولد الابن و ان سفلي السدس  
وللزوج النصف و مع الولد أو ولد الابن و ان سفلي

الربيع وللزوجة الربيع ومع الولد اولد الابن  
وان سفل الثمن .

ملتی میں ہے ،

اقربہم جزء المیت وهو الابن وابنه وان سفل

اسی میں ہے :

وَتَجِبُ الْإِخْوَةُ بِالْأَبْنِ وَالْبَنَةِ وَإِنْ سَفَلَ

تنویر میں ہے :

يقدم الاقرب فالاقرب منهم كالابن وابنه و

ان سفل۔

تو ظاہر ہوا کہ علی کے نزدیک سفل کا ذکر عدم ذکر کیساں ہے تو اگر کہیں سفلیات کا حکم عالیہ کے خلاف ہوتا ، فقط عدم ذکر سفل پر قناعت نہ فرماتے ، بلکہ واجب تھا کہ نفی سفلیات بالتصریح بتاتے تاکہ عرف عام شائع سے خلاف مراد پر محمول نہ ہو تو شرح البیضا کا تمسک صراحتہ بالخالف ہے اور خود شرع مطہر میں اس کی کہاں نظیر ہے کہ یہاں سفلیات قوی کا حکم عالیات کے خلاف رکھا ہو ، بلکہ ہمیشہ جس طرح بنات نہ ہوں ، تو بنات الابن ان کی جگہ ہیں اور بنات ابن ابن الابن بنات ابن الابن کی جگہ وہلقت حتماً۔

ایسا واضح مسئلہ اسی قابل تھا کہ علماء اسے اعتماد فہم سامع پر چھوڑ جاتے ، مگر جزا ہم اللہ عنا احسن جزاء انہوں نے اسے بھی بہل نہ چھوڑا اور عام کتب مستندہ متداولہ متون و شروح و فتاویٰ مثل سراجیہ و شریقیہ و تیسیتین الحقائق و تکملة البحر للطور و دیگر مختار و ملقی البحر و مجمع الانہر و غرر الشیخ المقتین و فتاویٰ عالمیہ و قلائد المنظوم و غیرہ میں صاف صاف بلا غلط حکم مذکور عصوبت اخوات مع بنات

الابن کا سفلیات کو شمول بھی بتا دیا۔

اب ناظر متعجب ہو گا کہ یہ کیونکر؟ ہاں یہ فقیر سے سنیے۔ زید نے دو بنت ابن الابن اور دو اُخت چھوڑ کر انتقال کیا ، بنتیں ابن الابن کے لیے تو یہاں یقیناً ثلثین ہے جس میں کسی ادنیٰ طالب علم کو بھی محل ریب نہیں اور اخوات کے پانچ حال ہیں ، ایک کو نصف ، زائد کو ثلثان ، بھائی کے ساتھ لکڑی مثل حنظل الانثین بنات کے ساتھ عصوبت ، ابن و اب و ابن سفل و علا کے ساتھ سقوط ، پہلی اور دوسری اور پانچویں حالت تو صورت مذکورہ میں بدلتے نہیں ، اب اگر چوتھی نہ مانو ، تو دوسری متعین ہوگی اور اُختیں بھی ثلثین کی مستحق ہوں گی۔

یہ اولاً خود باطل ہے۔ علما تصریح فرماتے ہیں کہ کسی مسئلے میں دو بار ثلثین جمع نہیں ہو سکتے ، مجمع الانہر میں :

لا يتصور في مسألة قط اجتماع ثلثین و ثلثین او

ثلث و ثلث و ثلثین۔

ثانیاً اس تقدیر پر اصل مسئلہ تین سے ہو کر بوجہ اجتماع ثلثین چار کی طرف تحول کرنا واجب ہوگا ، حالانکہ کتب مذہب میں قاطبہ تصریح ہے کہ تین ان اصول میں ہے جن میں کبھی تحول نہیں ہوتا۔

سراجیہ میں ہے :

اعلم ان مجموع المخرج سبعة اربعة منها لا تعول

وهي اثنان والثلاثة والاربعة والثمانية۔

شریعیہ و منخ الغفار و رد المحتار و غیرہ میں ہے :

لا تعول اصلان الفروض المتعلقة بهذه المخرج

الاربعة اما ان لفي المال بها او يبقى منه شيء زائد

علیہا۔

یہ بھی تصریح ہے کہ دو ثلثین جمع نہیں ہو سکتے۔

نیز شریفیہ وغیرہ میں ہے:

فلا عول فی الثلثة لان الخارج منها امثلث وما  
بقی کا مرد اخ لاب وام واما ثلثان وما بقی کبنتین  
واخ لاب وام واما ثلث وثلثان کاختین واختین  
لاب وام۔

اس حصہ نے اور بھی واضح کر دیا کہ اختین کو بنتیں ابن الابن کے ثلثین کے ساتھ  
ثلثین دینا محض باطل ہے۔

شرح الکنتر للامام الزیلعی میں ہے:

جملة الخارج سبعة وانما لقول منها الستة و  
اثنا عشر واربعة وعشرون والاربعة الاخرى لا لقول  
بعينها اسی طرح مکملہ طور پر ہے، درخت میں ہے:  
الخارج سبعة اربعة لا لقول الاثنتان والثلثة  
والاربعة والثمانية۔

فقہ منظوم علامہ ابن عبدالرزاق میں ہے:

وسبعة خارج الاصول اربعة ليست بذات عول  
اثنتان والثلثة المتالیه واربع ومنها الثمانية

تو واجب ہوا کہ صورت مذکورہ میں حالت چہارم ہی مانی جائے اور سفلیات  
کے ساتھ بھی بہن کو عصبوت دی جائے، شرح بسیط میں ایسی تصریحات حلیہ سے  
ذہول اور اس نامشید بلکہ مخالف بات سے تسک عجب ہے، لیکن لکل جواد  
کبوة و لکل صارم نبوة و لکل عالم هفوة، نسأل الله العفو والعافية۔

فقیر نے بطریق استدلال اس غرض سے لیا کہ کلمات علمائے کرام سے اخذ مسائل  
کا انداز معلوم ہو، ورنہ بحمد اللہ تعالیٰ خاص اس جزئیہ شمول کی تصریحات فقیر کے پاس  
موجود ہیں۔

الرحیق المختوم شرح قلندر المنظوم میں ہے:

الاخت ولو متعددة مع بنت الصلب واحدة ايضا فاكش  
وكذا مع بنت الابن وان سفلت كذلك وكذا مع  
بنت وبنت ابن ذات اعتصاب مع غیر

مختصر الفرائض میں اغوات الاب کے احوال میں ہے:  
يصرن عصبه مع البنات او بنات الابن وان سفلن  
ان لم توجد الاخوات لاب وام۔

زبدۃ الفرائض میں ہے:

عصبه مع غیر با دو زنان اندیکھے اخت اعیانی میت کہ بابت یا  
بنت الابن او، ہر چند پایاں رود عصبہ می گردد و دوم اخت علاقائی میت  
با ہمیں بنتین مسطور تین عصبہ می شود۔

اسی میں اخت عینیہ کے احوال میں ہے:

چہارم عصبہ مع البنات الصلیبیات ومع بنات الابن ہر چند پایاں نہ

اسی میں اخت علاقائیہ کے حالات میں ہے:

پنجم عصبہ مع البنات الصلیبیات ومع بنات الابن ہر چند پایاں نہ  
وقفہ کہ عینی نہ باشد۔

علامہ ابن نور اللہ النقروی نے حل مشکلات میں خوب طریقہ اختیار فرمایا کہ

لہ مختصر الفرائض میں تھا الی بنات الابن اس پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مافیہ میں فرمایا: لعل الصواب او بنات  
الابن بل هو المتعین كما يظهر فيما مضى وما ياتي، تمہ دون (مخطوطہ)



وَإِنْ سَفَلْتُ وَإِنْ نَزَلْتُ نَزَلْتُ أَوْ رَجَعْتُ بَعْدَ كَيْفٍ مَذْكُورٍ هَلْ يَنْبَغِي لِي أَنْ أَتَى ابْنِي كِتَابٌ  
سَعَى مَسْئَلَةً نَكَاسَةً كَمَا طَرِقَ ارْتِثَافُ رَأْيَا كَيْفَ مَسْئَلَةٍ فِي فَلَاحِ وَارْتِثَافٍ هُوَ لَسَ فَلَاحِ بَابٍ فِي  
بُيُوتِ مَسَائِلِ بَنَاتِ الْإِبْنِ كَيْفَ لِيَسْأَلَ

ان كان فيها بنت ابن الميت وان سفلت مع غيرهما من

اصحاب الفرائض فهي في الباب الثاني عشر.

پھر ختم مقدمہ کے بعد فہرست البواب دی، اس میں بھی فرمایا:

الباب الثاني منها في بنت الابن وان سفلت مع غيرها

من اصحاب الفرائض.

اسی طرح اور ابواب کی نسبت بھی فرمادیا، اب ان بابوں میں جہاں مسئلہ

بنت الابن ہو خواہی نخواستہ ہی بحکم تعلیمات سابقہ بنت الابن وان سفلت مراد ہے،  
اسی باب دوازدہم میں ہے:

من مات وترك بنت ابن واختا ابوين فالمسئلة

من اثنين لان فيها نصفاً وما بقي فالنصف لبنت

الابن والباقي للاخت بالعصوبة.

غرض حکم مسئلہ واضح ہے، واللہ الحمد واللہ سبحنہ، وتعالیٰ اعلم.

## فصل سوم

مسئلہ از احمد آباد گجرات، محمد چکھلہ کالو، متصل پوریل گلیاں، مدرسہ طیبہ

مدرسہ مولوی عبدالرحیم صاحب، ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے چچا زاد بھائی کے سوا کوئی  
وارث شرعی نہیں اور دو بھتیجے چچا زاد بھائی کے ہیں، زید نے اپنی مرض الموت میں بھائی  
کو ایک سو چالیس روپیہ دے کر اپنے متروکہ سے اس کا حق معاف کر لیا، بھائی نے  
معاف کر دیا۔ زید نے اس صلح کے بعد چھ سو باسٹھ روپیہ کے پانچ مکان خرید کر بنام  
مدرسہ عربیہ دینیہ وقف کیے اور جو مال باقی بچا، اس میں یہ وصیت کی کہ اس سے اولاً  
حج کرایا جائے اور حج سے جو بچے اس کا مکان خرید کر وقف کر دیا جائے۔ بعدہ زید نے  
انتقال کیا، اس صورت میں یہ وقف و وصیت نافذ ہوتے یا نہیں؟ اور صلح جو وارث نے  
اپنی حیات میں کر لی، شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اور اگر صلح مذکور معتبر ٹھہرے تو میراث میں  
بدیں جہت کہ بھائی کا حق بوجہ صلح ساقط ہو گیا۔ اب بھتیجوں کا حق ثابت ہو گا یا نہیں؟  
بتینوا تو جردا۔

### الجواب

وارث سے اس کے حصہ میراث کی بابت جو صلح حیاتِ موت میں کی جائے۔  
تحقیق یہ ہے کہ باطل و سبے اثر ہے، اس سے وارث کا حق ارث اصلاً زائل نہیں ہوتا،  
ہاں اگر بعد موت موت مورث اس صلح پر رضا مند ہی رہیں، تو اب صحیح ہو جائے گی۔

اقول وبالله التوفیق، تفصیل المقام ان الروایات فی

هذه المسئلة توجد على ثلاثة اصحاء.

الأول البطلان وهو واضح البرهان غنى عن البيات  
فإن الارث لا يثبت له في حياته فكان اعتياضا عن معدوم  
وهو باطل وهذا هو نص محمد المذهب رضي الله تعالى عنه قال  
في جامع الفصولين :

ذكرم في سدك رأي محمد رحمه الله تعالى في السير  
الكبير الذي هو من كتب الاصول الستة ان المريض  
لو اعطى من اعيان ماله بعض ورثة ليكون له بحقه من  
الميراث بطل اهـ

الثاني الجواز ولا يظهر له وجه قال فيه عقيقه برزجيت لجامع الفصولين  
جعل لاحد اثنين دارا يرضيه على ان لا يكون له بعد  
موت الاب ميراث قيل جاز وبه افتى بعضهم  
وقيل لا اهـ ذكره في اواخر الفصل ٣٢

وقال في فرائض الاشياء والتأثير

قال الشيخ عبد القادر في الطبقات في باب المصنعة  
في احمد قال المرحوم في الحزانة قال ابو العباس الساطق  
رايت بخط بعض مشائخنا رحمهم الله تعالى في رجل جعل  
لاحد اثنين دارا بنصيبه على ان لا يكون له بعد موت  
الاب ميراث جاز وافتى به الفقيه ابو جعفر بن اليماني  
احد اصحاب محمد بن شجاع البلخي وحكي ذلك اصحاب احمد  
بن ابي الحارث والبرعمري والطبري انتهى اهـ

وقال في غمزا العيون -

يتأمل في وجه صحة ذلك فإنه خفي اهـ

والثالث الجواز اذا رضى به الوارث بعد ما ورث

قال في جامع الرموز -

اعلم ان الساطق ذكر عن بعض اشياخه ان المريض اذا  
عين لواحد من الورثة شيئا كالدار على ان لا يكون له في  
سائر التركة حق يجوز وقيل هذا اذا رضى بذلك الوارث  
به بعد موته فيمنع يكون تعيين الميت كتعيين باقي الورثة  
معه كما في الجواهر اهـ

ونقله في اوائل وصايات المختار وزاد ان حكى القولين في  
جامع الفصولين فقال قيل جاز وبه افتى بعضهم وقيل لا اهـ

ولم يجزح حكاية ما قومه في جامع الفصولين عن السير  
الكبير مع انه كان هو العدة في الباب فان ما ذكره الجواز  
افتاء البعض لو لم يكن مستنده كما علمت الى خط بعض الشايع  
مع ما في الخط من شبهة تنزله عن مرتبة الاشارة فضلا عن  
العبرة، فعندي فيما ذكرنا العمري في الغمز من احكام الكتابة  
يجوز الاعتماد على خط المفتي، اخذا من قولهم يجوز الاعتماد  
على اشارته فالكتابة اولى اهـ نظري في الاخذ فان قلنا بجواز  
الاخذ به عند حصول الامن وركون القلب ولذا اجمعوا على  
جواز النقل من الكتب المعتبرة المعروفة البدولة كما افاده  
في الفتح فمع قطع الشرح عن كل ذلك لم يكن له بحجب نص  
محمد في ظاهر الرواية قديما على ساق مع ما فيه من عدم

۱۔ اقسامہ بقواعد المذهب علی الاطلاق۔

نعم ما ذكر في الجواهر محل حسن وبه يدنو من التحقيق و  
يزول القلق ويحصل التوفيق، بيد ان الواجب عند مريض  
الورثة جميعا بعد موت المورث لا رضى المصالح وحده  
فان التخرج مبادلة بينهم فلا بد من رضاهم جميعا لاسيما  
اذا كان المذی عين له ازید من حقه وكان له لخط الى  
ان التعمين لواحد على ان لا يكون له في سائر التركة  
شيء انما يكون غالباً باقل من حقه او ميساويه و  
ليس فيه ما يقتضى عدم رضى سائر الورثة فاقصر  
على ذكر الشرائط رضا وحده والله تعالى اعلم۔

فان قلت لم لا يجوز ان يحمل كلام معمر المذهب  
محمد رحمه الله تعالى على بطلان الحق قلت كلا فان  
الارث جبرى لا يسقط باسقاط وكيف يسوغ البطلان ما  
اثبت الله تعالى في كتابه والتخرج مبادلة لا اسقاط  
والمبادلة تقر بالحق وتنشأ لا تبطل فلو صلح ما فعل  
المريض بقتل صح ما فعل والحق حصل لا ان بطل هذا  
ما عندى والحكم بالحق عند ربى۔

یہ نفس مسئلہ صلح و ارث بحیات مورث کی تحقیق تھی جس سے سائل نے علی وجہ  
الاطلاق سوال کیا۔ رہی یہ صورت خاصہ کہ یہاں واقع ہوئی اسے مسئلہ صلح و تخرج سے  
علاقہ ہی نہیں، یہاں صلح ایک سوچا لیٹل روپے پر ہوئی اور ترکہ میں روپے زائد

لہ یدنی من من (مخطوط) لہ قبیما (مخطوط) لہ وكانه لخط الى (صاف نہیں پڑھایا)۔

تھے اور روپے کے حق سے روپوں پر تخرج قطعاً باطل ہے، اگرچہ بعد موت مورث ہو۔  
فی الدر المختار فی اخراجہ عن نقدين وغيرهما باحد النقدین  
لا یصح الا ان یكون ما اعطى له اکثر من حصته من  
ذلك الجنس تحوزاً عن الربا۔

تو یہ تخرج ہوتا تو یقیناً باطل ہوتا، مگر یہاں دوسرا وارث ہے ہی نہیں، نہ کوئی  
موصی لہ تھا جس سے مبادلہ ٹھہرے، تو یہاں صلح و تخرج و مبادلہ کو دخل ہی نہیں  
اس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ میراث سے میں نے اتنے روپے لے لیے، باقی ترکہ  
سے مجھے تعلق نہیں، یہ نہ کوئی عقد شرعی ہے نہ ایک مہمل وعدہ سے زائد کچھ معنی رکھتا  
ہے۔ تمام ترکہ میں بدستور اس کا حق باقی ہے۔ تصرفات مذکورہ زید بے اس کی  
اجازت کے ثلث سے زائد میں نافذ نہیں ہو سکتے، بلکہ ان میں جو وصایا تھیں ان  
کی اجازت تو بحال حیات موصی مفید ہی نہیں۔ اگرچہ وارث نے اس وقت کہہ  
دیا ہو کہ میں نے ان وصیتوں کو نافذ کیا، جائز رکھا، نہ اسے ان تصرفات زید کی اجازت  
معتبرہ ٹھہرا سکتے ہیں جو اس گفتگو کے بعد زید سے واقع ہوئے کہ ان میں جو وصایا تھیں  
ان کی اجازت کا تو حیات موصی میں کوئی عمل ہی نہیں۔

فی الدر المختار

لا تحتبر اجازتھم حال حیاته اصلا بل بعد وفاته اه

فی رد المختار

اے لا نہما قبل ثبوت الحق لہم لان ثبوتہ عند الموت  
فكان لہم ان یردہ بعد وفاته بخلاف الاجازۃ بعد  
الموت لا نہ بعد ثبوت الحق و تسمیہ فی المنع لہ

لہ رد المختار ج ۵، ص ۴۱۷



البتہ وہ وقف کہ اس نے اپنی مرض میں فی الحال کر دیا۔ وارث سے حیاتِ مورت  
ہی میں اس کی اجازت پائی گئی جب بھی نافذ تمام ہو گیا۔

فی رد المحتار من المیزانینۃ

تعتبر الاجازة بعد الموت لا قبله هذا في الوصية  
اما في التصرفات المنبذة لاحكامها كالا عتاق وغيره  
اذا صدر في مرض الموت واجازة الواو قبل الموت  
لا دعابة فيه عن اصحابنا قال الامام علاء الدين السمرقندی  
اعتق المريض عبده ورضى به الورثة قبل الموت  
لا يسعي العبد في شيء وقد نصوا على ان وارث المجرور  
اذا عفا عن المجرور يصح ولا يملك المطالبة بعد موت  
المجرور اهله

اور یہیں سے واضح ہوا کہ صورت کچھ واقع ہوتی ہو بھتیجوں کو اصل کوئی حق نہیں پہنچا کہ  
اگر وارث یعنی بھائی نے اس وقف کو بحال حیاتِ مورت، خواہ بعد وفات مورت اور  
وصایا کو خاص بعد وفات جائز کیا، جب تو اس ایک سو چالیس روپے کے سوا باقی مال  
حسب تصرفات مورت وقف و وصیت میں گیا اور اگر ناجائز کیا، تو ثلث وقف و وصیت  
کے لیے رہا و ثلث بھائی کا حق ہوا، بھتیجے کسی مال میں کچھ حصہ نہیں پاسکتے و بذالک ابراہیم  
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

## فصل چہام

مسند از لشکر گویا رڈاک در بارہ مسئلہ مولوی نور الدین احمد صاحب ۲۶ شوال ۱۲۷  
مقدم و مطاع نیاز منداں دام محمدکم، پس از اظہار نیاز گزارش کہ ان دنوں بوجہ  
ضرورت ملازمان ریاست داماد و کلاء ایک رسالہ ترتیب دیا گیا ہے جس میں فرائض و حیث  
ہبہ، وقف، نکاح، مہر، طلاق وغیرہ کا بیان ہے اور وہ رسالہ چھپانا ہے۔ ایک شبہ  
پیدا ہوا ہے کہ آیا سوائے ام حقیقی دیگر زوجات اب اور سوائے جد حقیقی دیگر زوجات  
جد میراث پاتی ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں پاتیں تو در مختار اور فرائض شریعی وغیرہ میں جد کے  
آگے فصاعدہ اور اوکثر سے کیا مراد ہے اور تفصیح کی مثالوں میں دو تین ام اور ۳-۴-۶  
یہاں تک کہ پندرہ جدات کس بنا پر درج ہیں؟ بالتفصیل اس کا جواب مطلوب ہے، بحجرت  
ملاحظہ نیاز نامہ مرحمت ہو، نور الدین احمد عفا عنہ

### الجواب

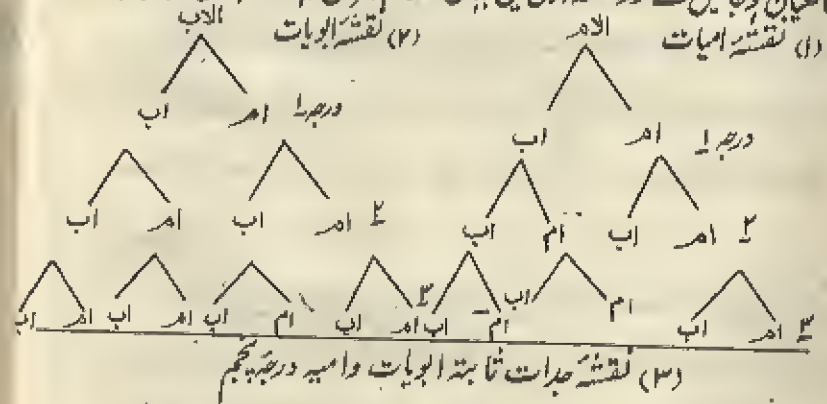
مرانا المکرم! السلام علیکم در رحمۃ اللہ وبرکاتہ

آدمی کی اُم و جدہ وہی ہیں جن کے بطن کی طرف یہ منسوب ہو، وہ اس کی اصل، بیان  
کی فرع ہو، باقی زوجات اب و جد ام و جدہ نہیں، ان کے لیے میراث سے کوئی حصہ تفصیح  
کی مثالوں میں دو تین ام عامہ کتب میں ایک دوسری کی طرف مضاف مراد ہیں کہ دوسرے  
تیسرے درجے کی جدہ امیہ ہوئیں یعنی اُم ام نانی یا ام ام نانی کی ماں نہ یہ کہ میت کی اپنی  
دو تین ماں،

ہاں علمائے کرام نے تعدد ام و اب کی صورت بحالت تنازع قائم فرمائی مثلاً چند عورتیں  
ایک بچے کی نسبت مدعی ہوں، ہر ایک کہے یہ میرا بیٹا ہے، میرے بطن سے پیدا ہوا ہے  
اور اس کا حال معلوم نہ ہو اور وہ سب مدعیات اپنے اپنے دعووں پر شہادتِ شرعیہ قائم  
کریں، کسی کو دوسری پر ترجیح نہ ہو تو قاضی مجبوراً ان سب کی طرف اسے منسوب کر لائے گا

چار میں چار یہاں تک کہ اخیر میں ام ہو جائیں، یہ سب جدات صحیحات ہوں گی یا  
 اخیر کی امیہ اور اوپر کی سب البویہ اور طریق اس کا انحصار ہونا ظاہر ہے کہ طریق اول میں جتنی  
 جدہ بتانی ہوں بقدر ان کے مجذور کے لفظ اب و ام لکھتے ہوں گے اور یہاں ان کے  
 منفع سے بھی ایک کم، مثلاً تنویدہ دکھانے کے لیے اس طریق میں دس ہزار لفظ درکار  
 ہوں گے اور اس میں صرف ایک سو ننانوے۔

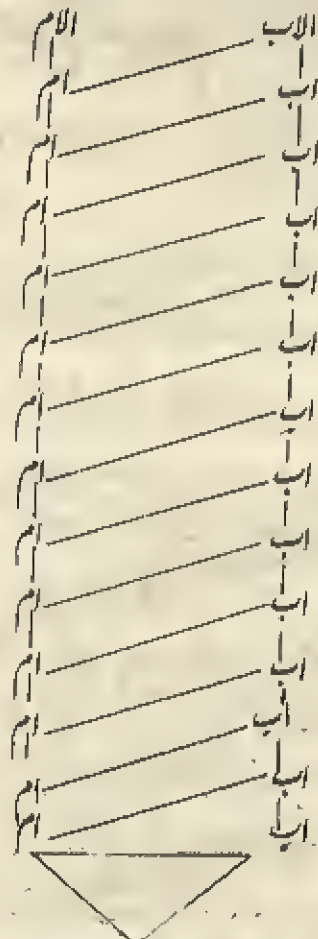
انحصار یہ ہے کہ جتنے درجہ کی جدہ لینی ہوں، اتنی ہی بار زیرو بالالفاظ اب اور امی  
 قدر ان کے محاذی لفظ ام لکھ کر اخیر میں دونوں کے وسط پر ام لکھ دیجئے، آباء و  
 امہات کو دو خط مستقیم عمودی سے ملا دیجئے اور ام اخیر سے اس کے قریب کے ام ڈ  
 اب دونوں اور باقی اوپر کے اب تک خطوط محرفہ کھینچ دیجئے، خط عمودی امہات مع  
 ام اخیر جدہ امیہ کو بتائے گا اور باقی خطوط کھینچ کر یہ سب بیانات ان چار نقشوں سے  
 کا لعیان ہو جائیں گے، دو نقشہ اول میں جہاں لفظ ام بخط مستقیم ہے وہ جدہ صحیحہ ہے باقی ساقطہ



(۳) نقشہ جدات ثابتہ ابویات و امیہ درجہ ہجتم

۱	ام	اب	اب	اب	اب	اب
۲	ام	ام	اب	اب	اب	اب
۳	ام	ام	ام	اب	اب	اب
۴	ام	ام	ام	ام	اب	اب
۵	ام	ام	ام	ام	ام	اب
۶	ام	ام	ام	ام	ام	ام

(۴) نقشہ پانزدہ جدہ صحیحہ یکے امیہ و چارہ البویہ بطریق انحصار کہ در  
 درجہ چہارم حاصل می شوند



اس تقریر سے فضا عدا اور اکثر اور ایک درجہ میں پندرہ جدہ صحیحہ سب کے معنی منکشف  
 ہو گئے اور ظاہر ہوا کہ کچھ پندرہ درجہ نہیں، جس قدر چاہیں حاصل کر سکتے ہیں، مثلاً پچیس جدہ  
 صحیحہ ہمیں درجہ بست و چہارم میں ملیں گی، اس درجہ کی کل جدات ایک کروڑ ستر لاکھ  
 ستر ہزار دو سو سولہ میں سب ساقطہ مگر پچیس ایک امیہ اور پچیس البویہ، صحیحہ ہیں۔ یہ تمام  
 بیانات منیہ فقیر حقیقہ نے عین وقت تحریر میں اپنے ذہن سے استخراج کیا، پھر دیکھا تو ہند  
 میں اختیار شرح مختار سے طریق اول نقل فرمایا۔ واللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم





علامہ محمد بن حسین بن علی طبری در تحفہ بحر الرائق فرماید :

ان كان للميت ابنتان فلا شيء لبنت الابن الا ان يكون في درجتها او اسفل منها ابن ابن فتصير عصبته به -

پیدا است کہ ابن ابن الاخ، ابن الابن نیست پس از صورت استثنائاً خارج باشد ثانیاً نفس ہمیں در تعصیب بنات بہ ابتداء اخوات بہ اخوة آمده است و پس بنات و بناتے ابن و بناتے و بناتے میت داخل اند بالاجماع، پس تعصیب بنات بہ بناتے بہ و سبیل شرعی است۔

علامہ شیخی زاہد روفی در مجمع الانہر فرماید :

ان النص الوارد في صيرورة الاناث بالذكور عصبه انما هو في موضعين البنات بالبنين والاخت بالاخته ثالثا علما بانك عصبات بغیر حق را شمارند بنت الابن را بقید تعصیب ابن الابن آورده در ہندیہ از حادوی القدسی آورد۔

عصبه بغیرہ وہی کل اثنی تصیر عصبہ بذکر یوانیہا وہی اربعۃ البنات بالابن و بنت الابن بابن الابن والاخت لابن و ام باخیہا والاخت لابن باخیہا۔

در متن تہذیب و شرح اور در مختار است :

تصیر عصبۃ بغیر البنات بالابن و بنات الابن بابن الابن وان سفلوا

امام حسین بن محمد سمعی در غزائہ المفتین فرماید :

الثانی وهو العصبۃ بغیرہ وهو اربع من النساء لیصون

عصبۃ باخوتہن فالبنات لیصون عصبۃ بالابن و بنات الابن بابن الابن والاخت لابن و ام باخیہن والاخت لابن باخیہن۔

راجعاً ابن ابن الابن وان سفل وان عینی یا علاقۃ بیچ ذکر اقول تعصیب نیست، تا آنکہ ابن الاخ یا عم و ابن العم ہم خواہر عینیہ خودش را عصبہ نتوان نمود، علامہ محمد بن علی دمشقی در ہمیں در مختار فرمود :

قال في الرحیبة

ولیس ابن الاخ بالمعصب - من مثله او فوقہ فی النسب بخلاف ابن الابن وان سفل فانه یعصب من مثله او فوقہ من لم تکن ذات سهم ویسقط من دولتہ امام سمعی در غزائہ المفتین متصل بعبارت مذکورہ بالا فرماید : و باقی العصبات ینفرد بالمیراث ذکورہم و بنت اخواتہم و ہم اربعۃ ایضا العم و ابن العم و ابن الاخ و ابن المعتق۔

خامساً اگر مراد بوقوع غلام بمحاذات بنات یا بالا یا فرود وقوع او در ہمیں سلسلہ نسب است کہ نوعیت انتساب متبدل نگردد کہ ہوا الحق المبین بالجہرم و یقین پس آن گاہ ابتداء از خود مسائے نیست کہ این جا سخن در جزء میت است و او جزء پدر میت و اگر مراد اعم گیرند تا ابن ابن الاخ کہ بمحاذات در جہر بنت الابن است اورا عصبہ کند، واجب باشد کہ ابن الاخ کہ بالاتر از دست بنت الابن را از میراث افگند، اگرچہ آنجا سلسلہ بیچ نبود کہ سقوط سفلیات بغلام عالی عام و مطلق است از در مختار شنیدی

لہ بکذا فی الاصل والصواب، سوائے ابن ابن الابن الخ لہ العصب و مخطوطہ کہ در مختار ہا شیعہ ردالحق و ج ۵ ص ۵۵۰ کہ و الباقی العصبات ینفرد ہا المیراث و مخطوطہ کہ والابن لعم و مخطوطہ کہ اگرچہ در مخطوطہ

وليسقط من دونه و خود در مسئلہ تعصیب کہ لا شیئ للسفلیات گفته اند فرض مسئلہ  
بصلیة است نمود پیدا است کہ چوں کار تعصیب کشد اقرب صاحب البعد بود و حالانکہ  
این معنی مخالف اجماع است، حجب بنات الابن ہمیں برابرین و دو صلبیہ نوشتہ اند نہ بابین  
الاخ و علامہ نقروی در حل مشکلات کو خود او تاریخ تالیفش قد حل المشكلات فرمودہ  
است می انگارد۔

اذا مات رجل وترك ابن اخ وزوجة وبنت ابن  
فالمسئلة من ثمانية لان فيها ثمننا ونصفا وما بقى  
فالثلث للزوجة والنصف لبنت الابن وما بقى لابن  
الاخ الخ

وفيه مسائل اخر من هذا النوع  
سادسا اگر ابن الاخ حاجب بود، اخ کہ اقرب از دست اولی با دست دایں ہم  
باطل است باجماع

وفي حل المشكلات

رجل ترك اخا وبنت ابن فالمسئلة من اثنين لان فيها  
نصفا وما بقى فالنصف لبنت الابن وما بقى للاخ۔

سابعاً این تعصیب اگر بودے بنودے دشی چوں وجود او مستلزم عدم او باشد  
محال بود، بیان ملازمہ آنکہ در عصبات اصل مطرد آنست جزء میت مقدم بر جزء پدر  
اوست، پس این ابن الاخ اگر بنت الابن را عصیب بودے بنت الابن اورا محبوب  
فرمودے و چوں محبوب می شد تعصیب کہ می کرد؟

فهذا شیئ لو كان لم يكن دای محال البعد منه

ثامناً تعصیب محازیة مختص بوجود دو صلبیہ نیست بلکه با یک صلبیہ و یک صلبیہ نیز

مکرم همین است، فی رد المحتار۔

للبنات سبعة احوال ثلاثة تحقق في بنات الصلب  
وبنات الابن وهي النصف للواحدة والثلاثان للاكثر  
واذا كان معهن ذكر عصبتن  
در سراجیه و شریفیہ فرماید،

العصبة بخيرة اربع من النسوة البنت وبنت الابن  
والاخت لاب وامر والاخت لاب يصرن عصبة  
باخوتهن اه مختصراً

پس بر تقدیر تعصیب لازم آید کہ در مسئلہ زوج و بنت و بنت الابن و ابن ابن  
الاخ مسئلہ ازدوازدہ باشد سه بشو ہر ش و شش بدختر و سه باقی در عصبتین للذكر مثل  
حظ الانثیین، گما ہو مصرح فی جمیع الكتب فی مسئلہ تعصیب بنت الابن بغلام  
معها او اسفل منها۔

پس بنت الابن را یک باشد و این ابن الاخ بلکه این ابن ابن ابن الاخ  
ہر چه فروتر روندہ را و لکن درین مسئلہ اگر بجائے او اخ عینی گیرند امر منعکس می شود  
بنت الابن را دو باشد، برادر حقیقی را یک۔

فی حل المشكلات .

اذا ماتت امرأة وترك اخا وزوجا وبنت صلب و  
بنت ابن فالمسئلة من اثني عشر لان فيها سدسا  
وربعا ونصفا وما بقى فالسدس لبنت الابن والربع  
للزوج والنصف لبنت الصلب وما بقى للاخ۔

پس استحقاق اخ کمتر این ابن ابن خودش اگر بعد درجه پایال تر از دست این خود شبیه بحال است -

تاسعاً بلكه لازم آید که اخ عینی محروم باشد و این که بعد واسطه دور تر از دست ارث یابد، مسئله زوج دام و بنت و بنت الابن و این ابن ابن ابن الاخ از دوازده شد بهی و شش تصحیح پذیرد، نه به شوم و شش بهادر، سیزده بدختر و دو باین پسر و یک بدختر پسر و اگر بابنه او خود برادر آید مسئله بیست و سه عول کند و برادر عینی تهی دست رود، اذلا شیء لعصبه مع العول -

اگر زاعمی زعم فرماید که اخ نیز تعصیب بنت الابن نماید، خود نفوس صریحه اسقاط اعلیٰ للسفلی را خلاف کرده باشد -

عاشرا اگر این همه قطع نظر را کار فرماییم تا بر تقدیر تعمیم غلام ابن ابنا اعمام و لیکن که بر مسئله آورده اند زهار منطبق نیاید و سخن به تناقض و تهافت گراید، کلام سید قدس سره شنیدن دارد که می فرماید:

ان بنات الابن اذا كان بحذاقهن غلام سوا كان  
اخاهن او ابن عمهن فانه يعصبن كما ان الابن  
الصلبی يعصب البنات الصلبيه و ذلك لان الذکر  
من اولاد الابن يعصب الاناث الملاقى فی درجته اذا  
لم یکن للمیت ولد صلبی بالاتفاق فی استحقاق جمیع  
المال فكذا یعصبا فی استحقاق الباقي من الثلثین  
مع الصلبيين و اليه ذهب عامة الصحابة و علیهم  
جمهور العلماء و قال ابن مسعود رضی الله تعالی عنه لا

يعصبن بل الباقي كله لابن الابن ولا شیء لبناته اذ  
نعم انما تصیر عصبته بالذکر اذا كانت ذات فرض  
عند الافراد عنه كالبنيات والاخوات واما اذا لم تکن  
كذلك فلا تصیر به عصبته كبنات الاخوة و الاعمام  
مع بینهم و اجیب بان بنت الابن صاحبة فرض عند  
الافراد عن ابن الابن لكنها محجوبة بالصلبتین  
ههنا الاثری انهما تاخذان النصف عند عدم الصلبيات  
بخلاف بنات الاخ و العم اذ لا فرض لها عند الافراد  
عن ابنهما فلا تصیر عصبته به -

این کلام سر تا پایا بدلیل است که مراد به غلام همان ذکر است از اولاد ابن است کلام در همان است و دلیل هم برای و خلاف ابن مسعود هم در این وجه هیچ کس قائل نیست که ابن ابن الاخ حاجب بنات ابن است و هم در نفس سخن تصریح است که ابن عم مریت عم خودش را تعصیب نتوان کرد، لاجرم مراد تعمیم سوا عا که ان اخاهن او ابن عمهن همین قدر است که خواه آل پسر پسر هم پسر باشد که این دختر دختر او است یا پسر پسر دیگر که عم این دختر بود نه از بنی اعمام این زنان شد و معصوب اینان بود، اگرچه از سلسله جزیت میت بیرون بود هذا مما لا یقول به احد -

باین تقریر محمد الشافعی حکم مسئله نیز نقش بگریخت و هم بوضوح پیوست که که کلام در مختار و شریفیه صریحه را عم زاعم است نه آنکه بوفاتش حاکم است، باز اگر باین شبهه متنبی نشوند، تا تصریح صریح اعلام تنقیح بشنوند، علامه شامی قدس سره اسامی



در عقود الدریه فرماید:

(سئل) فی امرأة ماتت عن بنتین وابن اخ شقیق و  
عن بنتی ابن و خلفت تركته كيف تقسم (الجواب)  
للبنین الثلثان والباقی لابن الاخ الشقیق وابن الاخ  
لا یعصب اخته ولا من هی اعلی منه واسفل فضل  
عن کونه یعصب بنتی الابن سه

ولیس ابن الاخ بالمعصب

من مثله او فوقه فی النسب

نعم ابن الابن یعصب بنت الابن اه ملخصاته

مسئله بحال وضوحش از ایضاح بی نیاز بود، این مایه الطاب پر شایست، اما  
پر تو اال کرد که بعد عرض و هم از الالاش ناگزیری بایست.

ولما بلغنا الى الدلیل الخامس وقفنا علی ذلّة ههنا صدرت  
من قلم العلامة حامداً فندی فاکد ذالک عزمنا علی اکثر  
الدولة لینبجلی الحق انجلاء الالهة اذا امیت عنها کل غیم وعلّة  
ویرینا نخص الحمد کله والصلوة والسلام علی صاحب الملة محمد  
وآله وصحبه الجلمة امین.

والله سبحانه وتعالی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم.

مسئله از کلمته تال نکیدان بارغ نمبر ۱۴ مسجد مانک و فتری

مسئله محمد عبد الکیم صاحب ۳ رمضان المبارک سلمه

پس از پیشکش قدم بوسی و ناصیه فرسانی، دست بسته معروض می دارد که از  
روئے کرم فرمائی و مرحمت گستری درین مسئله مرسله تحقیق نمودم فرمایند اگر حکم موافق مسطر  
دست دهد از روئے فیض رسانی بر جلد جهان بر قرطاس مرقوم دستخط نموده فیض المرام  
بخشد، مسئله این است.

چیزی فرمایند علمائے دین رحمکم الله تعالی اندرین مسئله که حق ارث بتقادم زمان  
ساقط شود یا نه بیتیوا توجروا

الجواب: حق ارث بتقادم زمان ساقط نمی شود

لما فی الدوا المختار

لوا امر السلطان بعد سماع الدعوی

بعد خمس عشرة سنة فسمعها لم ینفذ قلت و لا  
تسمع الآن بعد الا بالامر فی الوقف والارث و وجود  
عذر شرعی و به افقی المفتی ابوالسعود فلیحفظ.

وفی رد المختار

قال السید الجوی فی حاشیة الاشباه ان السلاطین الآن  
یأمرون قضاةهم فی جمیع ولایاتهم ان لا یسمعوا دعوی  
بعد مضي خمس عشرة سنة سوى الوقف والارث اه  
ولما فی رد المختار عن الحامدية

انہ کتب علی ثلثة اسئلة ان تسمع دعوی الارث ولا  
يمنعها طول المدة

وفي رد المحتار عن الاشباه وغيرها  
ان الحق لا يسقط بتقادم الزمان اه  
ولذا قال في الاشباه مضياً

ويجب عليه سماعها اه اے يجب علی السلطان الذی  
نهی قضائہ عن سماع الدعوی بعد هذه المدة ان  
يسمعها بنفسه او يأمر بسماعها لئلا يضيع حق المدعى  
وان كان هذا حيث لم يظهر عن المدعى اشارة التزوير

مخفی مبارکہ روایات فقہیہ کہ در باب عدم سماع دعوی بعد از مرور پانزدہ سال  
یاسی سال وی و نہ سال یاسی و شش سال دارد، مخصوص بصورتی است کہ دعوی متضمن  
بر علامت تزویر یا جیلہ باشد، چنانچہ از عبارت رد المحتار و غیرہ مفہوم می شود و بکذا حکم  
الکتاب واللہ تعالی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب، این جاد و مقام است بکے نفس الامر  
ابانت حکمش بہان است کہ بیج حق ثابت نامتقد بوقتے خاص ارث باشد خواہ غیر او  
مطلقاً اجماعاً زہار ساقط نشود، چنانکہ در جوہرہ و اشباہ و غیرہا منصوص شد و خود  
در ثبوت ادایات و احادیث و عقیدہ اجماعیہ مجازات یوم الدین بر مظالم و تبعات  
بسنده است، اگر عند اللہ مورد ہر حق ساقط شدہ روز جزا، جریان مجاز است  
در مطالبہ تبعات و مبادلہ حسنات و وضع سیئات بر میال نیامدہ کہ بندہ را بر بندہ حق

لہ غیر واضح

نماندہ گواہ روئے تعدی حدود اکہیہ ظالم مطالب بحقوق اکہیہ باشد و بذا باطل اجماعاً،  
بلکہ عند اللہ ہر چند ظالم بظلم متہادی رود ظالم تر شود نہ آنکہ بتہادی ایام ظلم بر خیزد و حق بنا  
حق آمیزد۔ دوئم سماع دعوی ابدار القضاء لکن جانبہ نفس مرور زمان فی حد ذاتہ اصلاً  
جمع باثبات منع نیز زد، نہ در ارث نہ در غیر آن کا نا ماکان۔

بلکہ منع از دو جهت نیز دیکھے سد باب تزویر و قطع اطلاع فاسدہ، این حکم حکم اجتہادی  
فقہائے کرام و اکثر ما اعلام است و متون و شروح و فتاوی مذہب با و ناطق، و ارث  
و غیر ارث ہمہ در یکسان و متوافق۔

صورتش آن است کہ زید را دارے است کہ شرائاً یا بیبیج و ہر از وجہ ترک زوارث  
و اوزمانے در تصرفات مالکانہ می کرد و عمر و عاقل و بالغ ہم در آل شہر ساکن و ہر آل تصرفاً  
آگاہ بود و موالیخ ارجاع دارے یکسر منفقود، حالانہ در ارث نہ در غیر آن کا نا ماکان برمی  
نیزد و نزاع می انگیزد و گردن دعوی برمی فرازد کہ این خانہ ازاں نیست، زہار نشنوند  
گوہ دعوی از جہت ارث باشد، زیرا کہ سکوت نامتقد صالحہ با وصف الغدیم موالیخ و وجوہ  
مقتضی اعنی اطلاع بر تصرفات مالکانہ زید قریبہ و دلالت بر آنکہ داد و ادریزد است  
و دعوائے عمر و اذراہ کید، لاجرم آل سکوت را در رنگ اقرار او بملک زید فر گرفته مانع  
دعوی دانند، آل چنانکہ اگر صراحتہ منقر شدہ کہ دارا زان زید است و باز بے توفیق  
معقول قابل قبول بدعوی برخاستہ، تناقض گرہ بان نش گرفته و دعوی پیش تر فتنے گذاہد۔  
و پیدا است کہ دریں باب ادعائے ارث و غیر ارث ہمہ یکسان است، اللهم مگر  
آنجا کہ زید منقر باشد آنکہ دار ملک مورث عمر و ہرہ است و من ازو شرائاً یا بیبیج گرفته ام  
آں گاہ امر دعوی باز گردہ گردد، زید مدعی شود و عمر و مدعی علیہ و تصرفات زید تا زمانہ زید  
سودش گذر کہ دعوی را بتینہ باید نہ مجر و تصرف کما لا یخفی علی اہل التعرف۔

لہ غیر واضح کہ عند تحقیق متقید نیست ببیج مدعی مدد و وعدے محدود ۱۲ مصنف قدس سرہ

دوم نهی سلطان اسلام است ، آنچه در ارث و غیر ارث متخالف شود و کار بر تحدید مدت از پیش گاه سلطنت فرا گیرد و بے نظر بعد و تصرف و اطلاع مدعی و عدم موافق و ظهور تزدید و غیر ذالک ، سر این کار آن است که ولایت قضاة مستفاد از جهت سلطان و قضا بزمان و مکان و اشخاص و اشیاء هر چه سلطان بولی بآن تخصیص فرماید تخصیص پذیرد ، پس اگر سلطان اسلام اعزاز الله نصرة قضاة خود را بعد مدتی معینة مثلاً پانزده سال یا ماه یا فرضاً دوسه روز از سماع و دعوی نهی کند قضایا بعد آن زمان در حق دعای معزول باشند سماع نامقبول -

درین مسئله اختلاف استثنائے وقف و ارث و مال یتیم و غایب و غیر ذالک همه یا بعض یا مطلقاً عدم استثناء از همین جهت سلطان هر زمان آنکه مطلق داشت علماء مطلق گزاشته و آنکه استثناء کرده استثناء فرموده که این جا کار بر زبان شهریارست و این و ازین بوضوح پیوست که درین وادی نیز ارث و غیر او همه متساوی الاقدام است تا آنکه اگر سلطان قضاة خود را بعد یک سال مثلاً خاص از سماع و دعوی نهی کند ارث منع فرماید یا نهی دعوی نهی ارث نامسموع باشد و غیر او مسموع و بالعکس بالعکس این است درین مقام تحقیق ائین و بالله التوفیق ، سخن درین باب در کتاب القضاء و الدعاوی از فتاویٰ خودم قدس دراز رانده ام این جا بر تلخیص عبارات چند قناعت و ردین به از راه اسباب و اطناب گزیدن در فتاویٰ علامه ابو عبد الله محمد بن عبد الله غزنی تحت تاشی مصنف تنزیل البصائر است

سئل عن رجل له بيت في دار ليسكنه مدة تزيد على ثلث سنوات وله جار مجانبه والرجل المذكور يتصرف في البيت المذكور هدم ما وعمادة مع اطلاع جاره على تصرفه في المدة المذكورة فهل اذا ادعى البيت وبعضه بعد ما ذكر تسع دعواه ام لا اجاب لا يسمح بدعواه

يكون ذلك من باب الاقرار بالتلقي من مورد شيء .  
اجاب نعم دعوى تلقي الملك من المورث اقرار بالملك له ودعوى الانتقال منه اليه فيحتاج المدعى عليه بينة وصار المدعى عليه مدعياً وكل مدعى يحتاج الى بينة ينوبها دعواه ولا ينفعه وضع اليد المدة المذكورة مع الاقرار المذكور وليس من باب ترك الدعوى بل من باب المأخذة بالاقوار و من اقر بشيء لغيره اخذ باقراره ولو كان في يده احقاباً كثيرة لا تعد وهذا ما لا يتوقف فيه

در عقود الدرية فی تنقیح الفتاوی الحامدیه است

رجل تصرف زمناً في ارض ودخل آخر دأى الارض والتصرف ولم يدع ومات على ذلك لم تسع بعد ذلك دعوى ولده

ولم يقيد به بمدة كما ترى وما يمنع صحة دعوى المورث يمنع صحة دعوى الوارث ، ثم لا يبيع غير قيد بل مجرد الاطلاع على التصرف مانع من الدعوى وليس مبني على المنع السلطاني بل حكم اجتهادي ، نص عليه الفقهاء كما رأيت .

هم در آن است :

سئل في رجل يريه الدعوى على زيد بميراث امه المتوفاة من اكثر من خمس عشرة سنة وزيد يجده



على ما عليه الفتوى في

ورفتاوى علامه خير الدين رضى الله عنه استاذ صاحب درمختار است

سئل في رجل اشترى من اخر مستأذرع من ارض  
بيد البائع وبنى بها بناء وتصرف فيه ثم بعده ادعى  
رجل على الباى المذكور ان له ثلاثة قراريط ونصف  
قيراط في المبيع المذكور ادنا عن امر ويريد هدمه  
والحال ان امر تنظره يتصرف بالبناء والانتفاع المذكور  
هل له ذلك ام لا -

اجاب لا تسع دعواه لان علماء ناصوا في متوفهم  
وشروطهم وفتاوا هم ان تصرف المشتري في المبيع  
مع اطلاع الخصم ولو كان اجنبيا بخلاف البناء والغرس  
والزرع يمنع من سماع الدعوى قال صاحب النظره  
اتفق اساتيدنا على انه لا تسع دعواه ويجعل سكوت  
رضا للمبيع قطعاً للتزوير والاطماع والحيل والتلبيس  
وجعل المحذور وترك المنازعة اقواراً بان ملك البائع  
سئل فيما اذا ادعى زيد على عمرو ومحمد اياه ملكه  
ورثته عن والده فاجابه المدعى عليه انى اشتريته من  
والدك وعمك المورثين لك بكذا وانى ذويد عليه  
من مدة تزيد على اربعين سنة وانت مقيم معى في  
بلدة ساكت من غير عذر يمنعك عن الدعوى هل

دمضت هذه المدة من بلوغه رشيداً ولم يردع بذلك و  
لا منعه مانع شرعى وهما مقيمان في بلدة واحدة فهل  
تكون دعواه بذلك غير مسموعة للمنع السلطاني -

الجواب نعم والقضاء يجوز تخصيصه وتقديره بالزمان والكان  
واستثناء بعض الخصوصيات كما في الخلاصة وعلى هذا الامر  
السلطان بعدم سماع الدعوى لا تسع ويجب عليه سماعها اشباه  
وفيها الحق لا يسقط بتقادم الزمان كذا في لعان الجوهره و  
قال الحموى ان السلاطين يأمرون قضاتهم ان لا يسمعو دعوى  
بعد مضي خمس عشرة سنة سوى الوقف والارث ومتقضى ما  
افتنى به الخير الرولى ان الارث غير مستثنى وقد كتب احمد افندي  
المهتدارى على ثلاثة اسئلة بان تسع دعوى الارث ولا يمنعها  
طول المدة وكتب على سوال آخر انها لا تسع وقد صرح العلاني  
قيل باب التحكيم باستثناء الوقف والارث ونقل الملا على عن فتاوى على  
افندي مفتى الروم عدم سماعها ونقل مثله الساجاني عن فتاوى عبد الله  
افندي فقد اضطرب كلامهم كما ترى في مسئلة الارث والظاهر  
انه تارة ورد امر مع استثنائها وتارة بدونه

وردد المجتار است

ليس لهذا (يعنى منع الدعوى للسكوت مع الاطلاع على التصرفات)  
مدة محددة واما عدم سماع الدعوى بعد مضي خمس عشرة سنة  
اذا تركت بلا عذر فذلك في غير هذه الصورة

والله سبحانه وتعالى اعلم

# فتح الملک الکفایۃ

للإمام العلامة المحقق علاء الدین محمد بن عبد الواحد  
الشہید بابن الہمام رضی اللہ عنہ (۷۸۶ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
للفاضل العلامة شمس الدین احمد بن قودر المعروف بقاضی زادہ رحمہ اللہ (۹۸۸ھ)

الکفایۃ

للعبد المذنب جلال الدین بن شمس الدین الجواز فی

بہامشہا الغبایۃ

للإمام المحقق والحافظ المذوق اکمل الدین محمد بن محمود الباری رحمہ اللہ (۷۸۶ھ)

الحاشیۃ

للبزر القمامۃ المولیٰ سید الدین عیسیٰ المفتی الشہید بسیدہ چکلی صوفیہ (۹۶۰ھ)

الکتاب النورانی للضوء بسیدہ

اسان تحقیق و تدقیق کے تیرا اعظم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بیلوی مدظلہ العالی

سے

## استفتاء

قدوة الفضلاء، سراج الفقہاء، بیان فرماتے ہیں کہ دور طالب علمی میں بیعت ہمارے ذہن میں شجادی گئی تھی کہ مولانا احمد رضا خاں بیلوی (قدس سرہ العزیز) کی کتابیں پڑھیں۔ ناجائز ہے۔ ان کی تصنیفات کو علم و تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔ وہ تو صرف چند مروجہ رسومات و برعات کے مجوز ہیں۔ ان کی علمیت کا انداز یہی امور ہیں اور ان کی تصنیفات صرف میلاد، قیام میلاد، فاختہ، سوس، یگیا، مہوس، نذر و نیاز اور نذر و غیر اللہ وغیرہ امور بدعیہ سے متعلق ہیں چنانچہ عام طلباء کی طرح میں بھی ان کے نام تک سے متنفذ تھا۔ میں نے بعض لوگوں سے ان کے تبحر علمی کی باتیں سن رکھی تھیں جنہیں ہمارے حلقے میں مریدین و متقیدین کی عقیدت اور غلو سے بغیر کیا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور نبی کریم ﷺ و رُف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طہرانیت شامل حال تھی کہ ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے حضرت سراج الفقہاء ایسی شخصیت کے ذہن میں عظیم انقلاب پیدا کر دیا اس کی تفصیل خروان کی زبانی سنئے۔

حسن اتفاق سے مجھے رسالہ میراث کی تصنیف کے دوران ایک مسئلے (دوی الارحام) کی صنفِ راجع کے حکم میں الجھن پیدا ہوئی۔ میں نے اس کے حل کے لئے دیوبند، سہارن پور، دہلی اور دیگر علمی مراکز میں خطوط لکھے کہیں سے بھی تسلی بخش جواب نہ آیا سب نے "سواچی" پر ہی اتفاق کیا۔ میں نے یہ سوچ کر کہ اس میں حرج ہی کیا ہے

وہ سوال مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے پاس بھی بھیج دیا۔ ایک  
ہفتہ کے اندر مولانا کی طرف سے جواب آگیا۔ انہوں نے مسئلے کو اس طرح حل کیا کہ  
تمام کتب کے اختلافات اور شکوک و شبہات رفع ہو گئے۔

اب آپ حضرت سراج الفقہاء کا استفتاء اور فقیر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت  
مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کا وہ القاب آفرین اور دیگر مطبوع فتویٰ  
ملاحظہ فرمائیں جس نے وقت کے ایک بہت بڑے محقق کو نہ صرف ذہنی اطمینان بخشا بلکہ ایک  
نئی راہ پُر ڈال دیا۔

اعلیٰ حضرت کے دستِ اقدس کا لکھا ہوا فتویٰ دستیاب نہیں ہو سکا بلکہ سنا ہے کہ گم ہو چکا ہے۔  
یہ تو جناب حکیم محمد موسیٰ انصاری کی علم دوستی کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے چند سال قبل جناب صاحبزاد  
سید محمد فاروق القادری ایم۔ اے سجادہ نشین شاہ آباد شریف کو دھی اختیار کیا جس کے  
ذریعے اس فتوے کی نقل حاصل کر لی تھی ورنہ شاید یہ مبارک فتویٰ کبھی بھی منظر عام پر نہ آ سکتا۔ چونکہ یہ  
فتویٰ نقل سے نقل شدہ ہے اس لئے اس کی تصحیح میں بڑی جانفشانی سے کام لیا پڑا۔ حواشی  
راستم الحروف کے لکھے ہوئے ہیں جن میں عربی عبارات کے ترجمہ کے علاوہ بعض کتابوں کے  
صفحات کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ نیز استفتاء کے اختصار کے پیش نظر اس کا مطلب  
تفصیلًا بیان کر دیا ہے۔

## سوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت مجددِ مائتہ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب۔ بعد ترجیح بقرب الدرجة اولاً قوت  
قربت ثم الولدیت عند اتحاد الجہت سے ترجیح۔ مگر دو المختار میں عند اختلاف الجہت بھی ولایت سے ترجیح منصوص  
نہیں مذکور اور قوتِ قرابت سے بھی ترجیح منصوص نہیں فرمائی صنف راجع میں قواعد مفتی تہ تحریر فرمادیں  
تا کہ رسالہ میں لکھوں بیٹو اتوجروا۔

## تفصیل سوال از مرتب

ذری الفردن وہ رشتے دار ہیں جن کے حصے شریعت میں مقرر ہیں ان کی تعداد بارہ ہے  
عصبات وہ رشتے دار ہیں جو ذری الفردن سے باقی ماندہ مال میں اور نہ ہوں تو سب مال لے لیں۔  
ذوی الارحام وہ قریبی ہیں جو نہ تو ذری الفردن ہوں اور نہ عصبات۔

ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں چوتھی قسم وہ افراد ہیں جو میت کے دادا، دادی، نانا، نانی کی  
طرف منسوب ہوں مثلاً چچا، پھوپھی، ماموں خالہ اور جوا افراد ان کے واسطے سے میت کی طرف منسوب  
ہوں۔ سوال مذکور اسی چوتھی قسم کی اولاد میں تقسیم میراث سے متعلق ہے۔

سراچی میں ہے (۱) جو شخص میت کے زیادہ قریب ہو خواہ اس کا تعلق باپ کی طرف  
سے ہو یا ماں کی طرف سے زیادہ حقدار ہے۔

(۲) اگر کسی قریب میں مساوی ہوں اور نیز قرابت بھی متعدد ہو یعنی سب باپ کی طرف سے متعلق  
ہوں یا سب ماں کی طرف سے تو قوی قرابت والا مستحق ہو گا مثلاً میت کی تین پھوپھیاں کی اولاد  
تھی، ایک پھوپھی اس کے والد کی سگی بہن تھی دوسری پوری تیسری مادری اگرچہ یہ تمام اولاد  
درجے میں برابر ہے اور جہت بھی ایک ہے لیکن پہلی پھوپھی کی اولاد کی قرابت قوی  
لئے صرف دہی وارث ہوگی۔

(۳) کسی شخص قرب درجہ اور قوت میں برابر ہوں جہت بھی ایک ہو تو عصبرہ کی اولاد مستحق ہے۔  
مثلاً سگی چچا کی بیٹی اور سگی پھوپھی کا بیٹا باقی ہو تو کل مال چچا کی بیٹی کو ملے گا کہ وہ عصبرہ کی اولاد ہے۔  
(۴) چچا اور پھوپھی میں سے کسی ایک کا تعلق قوی ہو تو اس کی اولاد ظاہر الروایت میں  
وارث ہوگی مثلاً پھوپھی باپ کی سگی بہن ہے اور چچا صرف باپ کی طرف سے بہنائی ہے تو وارث  
پھوپھی کی اولاد کو ملے گی۔ سوال مذکور کے الفاظ "بعد ترجیح بقرب الدرجة اولاً قوت قرابت  
ثم الولدیت عند اتحاد الجہت سے ترجیح" اتنی تفصیل کی طرف مشیر ہیں۔

(۵) متعدد اشخاص قرب درجہ میں مساوی ہوں لیکن ان کی جہت قرابت مختلف ہو یعنی بعض



باپ کی طرف سے رشتہ داروں مثلاً چچا کی اولاد اور بعض ماں کی طرف سے مثلاً ماموں یا خاں کی اولاد تو "سراج" کے مطابق "فلا اعتبار لقوة القرابة ولا لولد العصبية في ظاهر الرواية" (ص ۴۴ مطبع سعیدی کراچی) یعنی اب نہ تو قوت قرابت کا اعتبار ہے اور نہ ولد عصبہ کا۔

لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ قول مذکور نقل کر کے فرماتے ہیں۔

لكن ذكر بعده في معراج الدراية عن شمس الائمة ان ظاهرا لرواية ان ولدا العصبية اولي ، اتعد العتاد اختلف فبنت العم لابوين اولي من بنت الخال وانه وافقه السخوتاشي ثم قال وفي صور السراج الاخذ برواية شمس الائمة اولي اه (روايت احمد ص ۲۶۰ مطبع کبریٰ مصر ۱۳۲۶ھ)

معراج الدراية میں شمس الائمة سے مروی ہے کہ ظاہر الروایہ میں ولد عصبہ اولیٰ ہے۔ جو بت متقدم ہو یا مختلف لہذا اسکے چچا کی لڑکی ماموں کی لڑکی سے اولیٰ ہے۔ تفرناشی نے اس کی موافقت کی۔ ضوء السراج میں ہے کہ شمس الائمة کی روایت کو اختیار کرنا اولیٰ ہے۔

اس کے علاوہ علامہ شامی نے اور بہت سی کتابوں کے حوالے ذکر کئے۔

سوال مذکور میں مگر رد الخمار میں عند اختلاف الجہتہ بھی ولایت عصبہ سے ترجیح منصوص کے الفاظ سے تفصیل سابق کی طرف اشارہ ہے۔

علامہ شامی نے "العقود الدرریتہ فی تنقیح الفتاویٰ الہامدیتہ" میں فرمایا۔

فلن قال یرجح ولد العصبۃ علی ولدی الرحم یمزہ ان یرجح بقوة

القرابة ايضا لانها امتوی فتامل وراجح (ص ۲۷۱)

جس نے ولد عصبہ کو ولدی رحم پر ترجیح دی اسے لازم ہے کہ قوت قرابت سے بھی ترجیح دے۔ سوال مذکور کے الفاظ اور قوت قرابت سے بھی ترجیح عقود میں بحث فرمائی گا اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

## الجواب

یہاں دو مسئلے ہیں اول نجات اخلاف چیز بھی ولد وارث کو ترجیح ہے یا نہیں۔ دوم اگر ہے تو قوت قرابت بھی مزج ہے یا نہیں۔

مسئلہ اولیٰ کو علامہ خیر الدین رحلی نے فتاویٰ خیر یہ لنفع البریۃ پھر علامہ شامی نے عقود الدرریتہ میں صاف فرمادیا ہے کہ دونوں کو ظاہر الروایت فرمایا گیا اور ترجیح متون کی التزامی ہے اور جانب اثبات صریح تصحیحات تو معتقد ہی ہے کہ ولد وارث مزج ہے اگرچہ چیز مختلف ہو۔ عقود الدرریتہ سائل فاضل بداء اللہ تعالیٰ کے پیش نظر ہے اور فقیر نے خیر یہ سے مقابلہ کیا۔ اس کی عبادات تمامہ ہا عقود میں منقول ہیں۔ ان دونوں عبارتوں سے مستفاد کہ قول اولیٰ یعنی عدم ترجیح کو کوکب مصفیہ نے ظاہر الروایت کیا اور سراجی و صاحب بدایہ و متن کنز و ملتقی و اکثر شروح کنز و بدایہ نے اس پر مشی کی اور اس بنا پر کہ وضع متون نقل مذہب کے لئے ہے۔ علامہ جاد افندی عالم متاخر نے اس کو اختیار کیا۔

اقول اسی پر فاضل شجاع بن نوبہ اللہ القروی مدرس اور نے اپنی کتاب حل المشكلات

تصنیف ۹۶ھ میں مشی کی۔ حیث قال بنت عم لابوين و بنت خال لام یقسم

ثلاثا لان قوة القرابة و ولد العصبية غیر معتبرة بین مزیق الاب و مزیق الام

او بالتدخیر بعد کے بہت ساخر سائل مثل مختصر الفرائض مولیٰ نجات حسین بن عبدالواحد الصدیقی

ابریوی تصنیف ۸۶ھ و زبدۃ الفرائض مولیٰ عبدالباسط بن رستم علی بن علی اصغر قزوچی اس

طرف ہی جاننا چاہیں کہ ان کا ماخذ سراجیہ ہے۔ اول کی عبارت یہ ہے وان كان واسطة قرابتهم

مختلفة فثلت السال القرابة الاب و ثلثه لقرابة الام ولا اعتبار لقوة القرابة و ولد العصبية

ترجمہ اور عدم ترجیح کے قول کو کتب مظہر میں ۱۲۔ یعنی ضروری نہیں ۱۲۔ ہے کہ ولد عصبہ کو ترجیح ہے ۱۶۔

سکے چچا کی بیٹی کو بیٹے اور والدہ کے باور دار چائی، ماموں کی بیٹی کو بیٹے دیا جائے گا۔ چچا کو والد اور والدہ کے

متن میں قرابت کی قوت اور ولد عصبہ پر نامعتبر نہیں۔ ۱۲۔ اگر قرابت کا واسطہ مختلف ہو تو وہاں باپ کی قرابت کو

۱۱۔ تہائی ماں کی قرابت کو دیا جائے گا۔ قوت قرابت اور ولد عصبہ کا اعتبار نہیں ۱۲۔

عبارت دوم کی یہ ہے۔ "و اگر ہم بدرجہ قرابت برابر باشند و درجہ قرابت مختلف کہ بعض از جانب آب بلند و بعض از جانب اُمّ در ہنگام در ظاہر الروایت مرقوت قرابت و ولد عصبہ را اعتبار نہ باشد۔ پس ولد عم اعیانی از ولد خال یا خالہ علاقائی اولیٰ نبود کہ قوت قرابت و ولد عم را اعتبار نیست و ہم چنین نسبت عم اعیانی از نسبت خال یا خالہ اعیانی اولیٰ نباشد کہ ولد عصبہ را اعتبار نیست برقیاس آنکہ عم اعیانی از خالہ علاقائی یا انجانی اولیٰ نبود باوجود آنکہ عم اعیانی ذو قرابتین است۔ و ولد وارث از جہتین آب و اُمّ زیرا کہ پدر او جدہ صحیح است، ام او جدہ صحیحہ است"

اسے ظاہر الروایت کہنا اور یہ دلیل کہ ان دونوں کتابوں میں ہے مجید سراجی سے ماخوذ ہے اور علامہ سید شریف نے اسے مقرر کیا۔ مدقق علاقائی نے درمختار میں اس کو مختار رکھنا کیونکہ قول نہیں "و اذا استنودا فی درجۃ قدم و ولد الوارث" میں والحدت الجہتہ کی تفسیر فرمادی اور اس کے فرمایا فلما اختلف فلقوا بنبۃ الاب الثلثان و لقوا بنبۃ الام الثلثہ علامہ سید محمد مصری طحاوی نے اسے "مقرر کی برتنہ" کی کہ ان اختلفت حیث القوا بنبۃ فلا عبرۃ للاقوی و لا لوسد العصبۃ علامہ شیخ زاد نے مجمع الانہر میں نص مطلقاً پر تقریر کی۔

یہ عبارت میں جو اس قول پر نظر حاضر میں ہیں اور یہاں چند ضروری تعلیقات ہیں۔ نا قول ظاہر عبارت خبریہ سے متوہم ہوتا ہے کہ یہ قول ہادیہ و کثر ہیں ہے اور ان دونوں کے اکثر شرح نے اس پر شیخ کی پھر ملحق و سر آجیہ اس پر ہیں۔ فلہذا اعلام حامد آندی نے اسے مسئلہ متون قرار دیا مگر اولاً وہ ہادیہ میں نہیں بلکہ امام برہان الدین صاحب ہادیہ نے اپنی کتاب "فرائض عثمانی" میں کہ رسالہ فرائض شیخ عثمانی کا کلمہ ہے ذکر فرمایا۔ ہادیہ میں سرے سے کتاب الفرائض ہے ہی نہیں حالانکہ اس کے ناخذ ثانی مختصر تقدوری میں

ملحہ اگر درجہ قرابت میں برابر ہوں اور قرابت کی نسبت میں مختلف یعنی بعض ایک طرف سے ہوں اور بعض ماں کی طرف سے

اس وقت ظاہر الروایت میں قوت قرابت اور ولد عصبہ کا اعتبار نہ ہوگا (اے بعد چند شاخوں کا ذکر ہے) ۱۲

فرائض ہے۔ رد المحتار میں ہے۔ "بناظر الروایت کہانی السراجیہ و الفرائض العشائریۃ لصاحب البہارۃ" ثانیاً شروع ہادیہ سے کتابہ امام کرمانی و عنایہ امام المکمل و بنایہ امام قیس و عنایہ البیان اتفاقاً و شایع الاذکار خاصاً زادہ تلمذ فتح القدیر پیش نظر ہے۔ ان میں مثل ہادیہ کے مسئلہ فرائض نہیں اور حضرت الدایہ میں قول دوم کی تصحیح نقل کی غائبانہ زیادت کتاب الفرائض میں جو جس طرح نہایت نے اسے کمیلہ اضافہ کیا اور محقق بابر نے اس کی تلخیص میں کچھ خلاف فرمادیا تو ظاہراً غالباً شروع ہادیہ کا سبق قلم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثالثاً کثر کی عبارت یہ ہے "و ذو رحم و هو قریب لیس بیدی سہم و عصبۃ (الی ان قال) و تریبہم کثر تریب العصبان و الترحیم بقرب الدرجۃ ثم بكون الاصل وارثا وعند اختلاف جہتہ القوابۃ فلقوا بنبۃ الاب ضعف قوابۃ الام" حضرت شامی نے اس میں محل استدلال جملہ اخیرہ کا اطلاق اور اس بناء پر اسے متون و شروع کی طرف نسبت کیا جانا بتایا ہے۔ رد المحتار میں بعد عبارت مذکورہ اتفاقاً ہے "و هو ظاہر اطلاق المتون والشروح حیث قالوا وعند اختلاف جہتہ القوابۃ فلقوا بنبۃ الاب ضعف قوابۃ الام فلم یفرقوا بین ولد العصبۃ و غیرہ" اقول یہ حمل ان دونوں توجہ کے بعد مذکور ہے وہ قواعد عامہ تھے کہ جمیع احصائے احوال ذوی الارحام کو شامل تھے تو قطعاً ان سے مفید ہے۔ و اگر نہ اختلاف کے وقت قرب درجہ سے بھی ترجیح نہ ہو اور وہ بالا جماع باطل ہے۔ علی الترتیل وہ دونوں قواعد بھی مطلق ہیں وہاں بھی اختلاف و اتحاد جہت سے فرق نہ فرمایا تو یہ اطلاق اس اطلاق کے معارض ہے۔

ملحہ یہ عبارت اس طرح ہونی چاہیے۔ غالب شروع ہادیہ کہنا خبریہ کا سبق قلم ہے ۱۲ ملحہ خود عم وہ قرابتی ہے جو صاحب فرائض اور عصبہ ہوان کی ترتیب عصبان کی طرح ہے اور ترجیح قرب درجہ سے ہوگی۔ پھر اصل کے وارث ہونے سے۔ اور بہت قرابت مختلف ہوئی تو اب کی قرابت کو ماں کی قرابت کی نسبت دو گنا حصہ ملے گا ۱۲۔

ملحہ یعنی پہلے قرب درجہ سے ترجیح ہوگی پھر اصل کے وارث ہونے سے ۱۲۔

رابعاً مختصر امام اجل قدوسی میں صحت فرمایا ذوی الارحام کے اقسام بیان کر کے حکم عام ارشاد فرماتے ہیں: "واذا استوی وارثان . . . . . فی درجتہ واحدۃ فاولہما من ادلی بوارث واقربہم اولی من ابعدہم"

خامساً اسی طرح متن تنویر الانصار میں تمام اقسام ذکر کر کے فرمایا "واذا استنوا فی درجتہ قدم ولد الوارث واذا اختلفت العزۃ والاصول اعتبر عہد فی ذالک الاصول وقسم علیہم اختلافاً لزم اس نے بھی صاف کر دیا کہ بعد استنوا درجہ تقدم ولد وارث کا حکم عام ہے۔ اس کے بعد مسئلہ اختلاف جہت زلاتے جس سے اشتباہ ہو چکا مسئلہ اختلاف اصول ذکورۃ والوثقہ یہی نکتہ ہے کہ ان تینوں متون اعنی قدوسی، کنتز و تنویر میں یہاں قوت قرابت کی ترجیح ذکر نہ فرمائی و منظور افادہ قواعد عامہ ہے اور وہ عام نہ تھی بلکہ اتحاد (جہت) سے خاص لہذا ینبغی ان ینفہم کلام الکوام۔

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ "واذا استنوا فی درجتہ" کے بعد درختار کا "وانحدت الجہتہ" زائد کرنا قول اول کی طرف ان کا میل خلاف متن ہے۔

سادساً ہدایہ، وقایہ، نقایہ و اصلاح غرض ان تینوں میں مسئلہ کا ذکر ہی نہیں قدوسی کنتز، تنویر کا حال معلوم ہوا۔ سرآجیہ ابتدائی کتاب ہے مگر اصطلاح فقہ پر متن نہیں اس کا مرتبہ فتویٰ غایت درجہ شرح کا ہے جیسے منیہ و اشتباہ بھی ابتدائی کتب ہیں اور مرتبہ متون میں ہرگز نہیں بلکہ فتاویٰ ہیں کما بینا کہ فی فتاواہا متون وہ مختصرات ہیں کہ اثر نے

لے جب دو قریبی ایک دوسرے میں برابر ہوں تو وارث کے ذریعے ریت کی طرف منسوب ہونے والا اولیٰ ہرگز اور ذوی الارحام میں سے اقرب کو البتہ ترجیح ہوگی۔

نوٹ: قدوسی کے عام متون بلکہ معبود مبنائی میں اس جگہ عبارت غلط ہے۔ ان میں عبارت اس طرح ہے "واذا استوی ولداً فی درجتہ الخ" صحیح عبارت یہی ہے جو نقل کی گئی جوہر و نیزہ و شرح قدوسی معبود مہتبیانی میں اسی طرح ہے ۱۲

مختص مذہب کے لئے لکھے جیسے مختصرات طحاوی و کتبی و قدوسی۔ سرآجیہ میں بکثرت روایات ناوردہ بلکہ محسن اقوال مشائخ کے ذکر تک تنزیل ہے لاجرم علامہ سید شریف نے نقل فرمایا کہ سرآجیہ در حقیقت فرائض امام احمد علاء الملت والذین سمرقندی کی شرح ہے۔ ان المصنف لما خرج من فرغانۃ الی بخارا وحید فیہا الفرائض المنسوبۃ الی القاضی الامام علاء الدین السمرقندی فی وقتین فاستحسنہا و اخذ فی تصنیف ہذا کتاب شرح حالہا تو ذریعہ ایک ملحق اس میں بے شک یہ قول مصرح ہے حیث قال "یرجعون بقرب الدرۃ شہ بقوۃ القرانۃ شہ بکون الاصل وارثاً عند اتحاد الجہتہ" تو اسے مسئلہ متون مختصر کر قول ثانی پر ترجیح دینی صحیح نہیں بلکہ اکثر متون قول ثانی پر ہی ہیں۔

سابعاً۔ شرح ہدایہ کا حال معلوم ہوا۔ اور شرح کنتز نے مسئلہ متن مقرر رکھا اور اس کا مفاد ظاہر ہوا و الحمد للہ۔

قول دوم کو مبسوط امام شمس اللہ سرخسی، فتاویٰ امام قمر تاشی و مجمع الفتاویٰ و فتاویٰ خلاصہ میں ظاہر الرد وایتہ و مذہب کہا۔ سوادیک الملتقط للامام نصر و تاتارخانیہ میں اسی پر مشی کی۔ صغیر السراج میں ہے علیہ الفتویٰ جامع المعجزات میں ہے ہوالصیح، معراج الدیۃ یہ ہے ہوالاولیٰ بالاختیار علامہ محقق خیر الدین دہلوی نے اس پر فتویٰ دیا۔

اقول بلکہ مبسوط سرخسی جلد ثانی میں ہے:

"اجمعنا انہ لو کان احدہما ولد عصبۃ او صاحب فرض کان اولیٰ من الآخر

انتہی (ای بقدم علی من لیس بعصبۃ ولا صاحب فرض)

اور پھر مبسوط امام سرخسی اُس کافی امام حاکم شہید کی شرح حامل المتن ہے جس میں انہوں نے

لے مصنف جب فرغانہ سے ہمارا گئے وہاں دو ورق میں "فرائض" قاضی علاء الدین سمرقندی پائے مصنف نے انہیں پسند کی اور ان کی شرح کے طور پر سرای گھنا شروع کی رابع ذوی الارحام شریفیہ شرح سراجی مسئلہ مطبع برسنی گھنٹہ ۱۹





من كلا الجنين ويستحيل هذا في الخالة لان هذا قوة القرابة ولا نظر اليه  
عند اختلاف الحيز كما صرحوا به قاطبة نعم رأيي كنت على هامش تكملة الجعد  
مانصه -

بقية حاشية

ملاحظہ کہ چھوٹی کو چچا کے اور خالہ کو ماں کے قائم مقام رکھا جاتا ہے۔ شمس الائمہ نے فرمایا پھر بھی چچا اور خالہ ماں کے مرتبہ میں  
ہے اور اہل منزل سے کہا چچا یا نذر باپ کے اور خالہ یا نذر ماں کے ہے۔ یہ بھی کہا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی  
اکثریت کے نزدیک اجتماع کے وقت چھوٹی کے لئے وہ تہائی اور خالہ کے لئے ایک تہائی اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ  
چھوٹی کو باپ کی طرح قرار دیا جائے۔ اس اعتبار سے کہ اس کی قرابت باپ سے ہے اور خالہ کو ماں کی طرح کہ اس کی قرابت  
ماں سے ہے۔ ہمارے علماء کے قول و خالہ ماں کی طرح ہے، کی وجہ یہ ہے کہ خالہ سے کی رشتہ عورت کو جب کسی مرد کے  
قائم مقام کیا جائے تو اپنے ہم مرتبہ مرد کے قائم مقام ہوگی۔ چھوٹی کا ہم مرتبہ مرد چچا و خالہ ہے لہذا اسے چچا کے قائم  
مقام کیا جائے گا اور خالہ کو اس کے ہم مرتبہ مرد ماں کے قائم مقام کیا جائے تو چھوٹی کے ساتھ وارث نہیں بن سکے گی اس  
ضرورت کے پیش نظر ہم نے اسے ماں کے قائم مقام کیا۔ لہذا اس طریقے سے چھوٹی کو وہ تہائی اور خالہ کی ایک تہائی  
مال ملے گا۔ جیسا کہ ماں اور چچا وارث ہوتے وقت خالہ کو جب معاملہ اس طرح ہے تو چھوٹی کو ولایت عصیہ کی وجہ سے تریخ  
نہیں ہوگی کیونکہ اسے ولایت کی بجائے عصیہ کی جگہ قرار دیا گیا ہے۔ چھوٹی خالہ کو محرم نہیں کر سکے گی۔ کیونکہ خالہ کو مال کی  
جگہ رکھا گیا ہے اور ماں چچا سے محرم نہیں ہوتی۔ ان حالات میں تمام برابر ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اقامہ کی وجہ سے قربت  
ایسا قوی سبب بھی محرم نہیں کر سکتا۔ مثلاً ایک شخص ایک بڑی اور چند پوتیاں چھوڑ گیا۔ نصف مال بڑی کو اور چھٹا حصہ  
پوتیوں کو ملے گا تاکہ وراثت پورے ہر جائیں۔ کیونکہ انہیں بڑی کے قائم مقام رکھا گیا ہے۔ بڑی کے درجے سے دوری انہیں  
محرم نہیں کرے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دو بڑیاں ایک بڑی ایک پوتے کی بڑی اور ایک پوتے کا لڑکا چھوڑ گیا۔ پوتی  
اور پوتے کی بڑی کو مرد کے درجے میں رکھا جائے گا تاکہ اس کے ذریعے عصیہ بن جائیں۔ یہ وجہ ہے کہ خالہ و ماں کی سوتیلی  
بہن باپ کی طرف سے چھوٹی کے ساتھ وارث بنتی ہے۔

ثم اقول قائم مقام قرار دینا صرف ذوات تک محدود ہوگا۔ اولاد کو یہ حکم نہیں ہے چنانچہ خالہ کی اولاد ماں کی اولاد  
کی طرح نہیں ہوگی۔ دیکھئے خالہ کی اولاد میں مرد اور عورتیں برابر نہیں بلکہ مرد کو عورت کی نسبت دوگن حصہ ملے گا (جب کہ  
اولاد میں مذکر و مؤنث برابر ہوتے ہیں) اس کی مثال ولایت عصیہ ہے کہ اولاد سے اولاد کی اولاد کی طرف منتقل نہ ہوگی  
جیسے کہ والدین و غیرہ میں سبب الانہر وغیرہ سے ہے۔ بنا بریں چچا کی بڑی یا خالہ کا چھوٹی، ماں یا خالہ کے بیٹے کی بیٹی  
سے مقدم نہ ہوگا۔ ۱۲

اقول لا یقتضی اذا كانت الخالة اخت الام لاب فاسنھا لاحظ لها من ولدیة  
وارث اصلا۔ لا یقال انھا اقوی من الخالة لام فاذا ماتت عن خالة لاب واخری  
لام احزنت الاولى جمیع المال ولا شیء للآخری والخالة لام لا یجب لها العمة  
لاستوائھا معها فی ولدیة الوارث فاذا لم تحجب الاضعف وجب ان لا یجب  
الاقوی لانی اقول انما قوتھا قوة قرابتھا فان الانتفاء بالاب اقوی من الانتفاء  
بالام وهذه قوة لانظر الیھا عند اختلاف الجسمة فتبقى ولدیة العمة للوارث  
قوة بلا معارض فیلزم ان تحجب الخالة لاب وهو باطل فحکم ان ولدیة الوارث  
ایضا لا تلاحظ فی الجسمة المختلفة

اقول وبالله التوفیق تو ریت الخالة مع العمة اثلاثاً عند الفقہاء رحمہم اللہ  
ثانی لاقامة العمة مقام العم والخالة مكان الأم قال شمس الائمة اعلم بان العمة  
بمنزلة العم والخالة بمنزلة الام وقال اهل التنزیل العم بمنزلة الاب والخالة  
بمنزلة الام ووجه قولہم ان الصحابة رضی اللہ عنہم اجتمعوا علی ان للعمة الثلثین  
وللخالۃ الثلث اذا اجتمعوا ولا وجه لذلك الابان یجعل العمة كالاب  
باعتبار ان قرابتھا قرابة الاب والخالة كالام باعتبار ان قرابتھا قرابة الام  
وجه قول علماءنا ان الاصل ان الانثى متى اقيمت مقام ذكر فانھا تقوم مقام  
ذكر فی درجتها۔ والذکوان الذی فی درجتها هو العم وهو الوارث فتجعل العمة  
بمنزلة العم۔ والخالة لو اقيمت مقام ذكر فی درجتها وهو الخال لم ترتب  
مع العمة فلہذا الصرورة اقمناھا مقام الام فالعمة ترتب الثلثین والخالة  
الثلث بهذا الطريق بمنزلة ما لو ترک أمأ وعماً (مختصراً) فاذا كان الامر علی هذا  
سقط تقدم العمة للولدیة العصبیة فانھا قد اقيمت مقام العصبیة فضلاً علی  
الولدیة ولم تحجب الخالة لاقامتها مقام الام والام لا تحجب بالعم و فی





فی المآھر المذهب ولد العصبۃ ادلی سواء اختلفت الجهة او اتحدت  
 رالی ان قال فان كان قوم من هؤلاء من قبل الام من بنات الاخوال او  
 الخالات وقوم من قبل لاب من بنات الاعمام او العمات لام فالمال مقسوم  
 بین الفريقین اثلاثا سواء كانت من کل جانب ذو قرابتین او من احد الجانبین  
 ذو قرابۃ واحدة ثم ما اصاب کل فريق فیما بینہم یتوزع جہۃ ذی القرابتین  
 علی ذی قرابۃ واحدة "۱۰

یہ نص عریض ہے ولہذا الحمد کہ اختلاف بہت کے وقت ولایت وارث سے ترجیح ہے اور  
 قوت قرابت سے نہیں تو اولاد صنف راجع کا قانون صحیح و مستقیم ہے ۔

یقتدیم الاقرب مطلقا ثم ان اختلف الحیز فولد الوارث وان اتفق فالاقوی  
 قرابۃ ثم ولد الوارث وبعد هذه الشرائط ان استحق القریتان فلفریق الاب الثلثان  
 ولھریق الام الثلث . والله تعالیٰ ورسولہ اعلم

بسم محمد بن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

### عبد المذنب احمد رضا القادری عفی عنہ

۱۰ ظاہر مذہب میں درجہ اول ہے خواہ بہت مختلف ہر یا متحدہ گروہ کی جانب سے ایک جماعت ہر مثلہ ماموں  
 یا خالوں کی روکیں ، اور ایک جماعت باپ کی طرف سے مثلاً چھو پھیروں یا سوجھے چچا باپ کے مادری بھائی ، کی روکیاں تو  
 مال فریقین میں سے ہوں حصول میں تقسیم کیا جائے گا ایک حصہ پہلے فرق کو اور دوسرے دوسرے فرق کو دینے جائیں گے خواہ ہر  
 جانب دو دروڑ تہیں ہوں یا ایک جانب صرف ایک قرابت ہو پھر ہر فرق کا حصہ ان میں تقسیم کیا جائے گا ذو قرابتین  
 کو ایک قرابت دے پر ترجیح ہوگی ۔ ۱۲

۱۱ علامہ ہونقادی عالمگیری جلد ۱۲ ص ۸۲ ج ۳۰ ص ۲۱

۱۲ اقرب ہر حال مقدم ہے پھر اگر بہت مختلف ہو تو ولد وارث کو اور اگر متحد ہو تو اقویٰ پھر ولد وارث کو ترجیح ہوگی۔  
 ان شرائط کے بعد اگر دونوں فریق مستحق ہوں تو باپ کے فرق کو دو تہائی اور ماں کے فرق کو ایک تہائی دے گا ۔ ۱۲

